بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی **محسنِ ادارہ:** الحاج شفیع محمد قادری

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری

مدیرِ اعلیٰ:	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
مدیر:	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر:	پروفیسر دلاور خاں

ISBN 978-969-9266-04-1

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

جلد: 32 شمارہ: 12

دسمبر ۲۰۱۲ء / محرّم الحرام ۱۴۳۴ھ

حُسنِ ترتیب (شمارہ دسمبر ۲۰۱۲ء)

مضامین	نگارشات	صفحہ
سخن سونی ہوئی ترے چلے جانے کے بعد (اداریہ ۱)	سید وجاہت رسول قادری	02
صداقت وایثار کی اساس (اداریہ ۲)	پروفیسر دلاور خاں	03
کنزالایمان اور ڈاکٹر اوج کا مقالہ	پروفیسر دلاور خاں	04
شرکت کا اسلامی تصور	صبا نور	10
تحریکِ پاکستان میں مولانا شاہ احمد رضا	ڈاکٹر محمد حسن امام	16
دیوانِ حافظ کی پہلی غزل پر تضمینِ رضا	طاہرہ سلطانہ	20
امام احمد رضا اور سمتِ قبلہ کی تحقیق	علامہ خواجہ مظفر حسین	24
حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی	ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی	28
فضیلتِ قناعت از امام محمد غزالی	ترجمہ: مفتی تقدس علی خاں بریلوی	33
جانیے	ترتیب: فرحان احمد قادری	36
امام احمد رضا اور عالمی جامعات میں تحقیقی مقالات	وجاہت رسول قادری، عبید الرحمٰن	45
دُور و نزدیک سے	ادارہ	54

ہدیہ فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/400 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/800 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

25-جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

اپنی بات 1 "بزمِ سخن سونی ہوئی ترے چلے جانے کے بعد"

سید وجاہت رسول قادری (مدیر اعلیٰ)

یہ خبر دنیائے اہلِ سنّت میں نہایت غم واندوہ کے ساتھ سنی گئی کہ حضرت بحر العلوم، علامہ، فہامہ، مولانا عبد المنّان اعظمی مبارکپوری (ولادت ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۴۴ھ / ۲۶ نومبر ۱۹۲۵ء) ۲۹/ نومبر ۲۰۱۲ء کو مبارکپور انڈیا میں وصال فرماگئے۔ انّا للہِ وانّا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً

حضرت بحر العلوم دورِ آخر کے ان چند نایاب علماءِ حق میں تھے جن کا فکر وتدبر، دانش و بینش کے ساتھ قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ کا وسیع مطالعہ تھا۔ علمِ فقہ کی نعمت سے ہر ایک بہرہ ور نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں محض کسب و کوشش اور ذاتی جدوجہد کو دخل ہوتا ہے، بلکہ یہ وہ عطیۂ الٰہی ہے جو ہر دور میں چند خوش نصیبوں کو ملتا ہے۔ چنانچہ سیّدِ عالم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: من یرد اللہ خیرًا یفقھہ فی الدین اللہ عزوجل اپنے جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین کی دولتِ عظمیٰ سے نوازتا ہے۔

دین کی سمجھ کا نام علمِ فقہ ہے۔ حضرت بحر العلوم کو قدرت نے ایسا دینی شعور عطا فرمایا تھا کہ اپنی مسلسل جدوجہد سے وہ اس اعلیٰ مقام اور ذرۂ کمال تک پہنچ گئے کہ ان کا سینہ قرآنی علوم وفنون کا گنجینہ اور احادیثِ مبارکہ کا سفینہ بن گیا تھا۔ فتاویٰ رضویہ کی تدوین و ترتیب اور تبویب واشاعت میں آپ کی مساعی اسی تفقہ فی الدین کا مظہر ہیں۔ ان کے تمام علمی اور فقہی کارناموں سے اگر صرفِ نظر بھی کرلیا جائے تو ان کا یہی ایک کارنامہ "رضویات" کی ضمن میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے اور رہتی دنیا تک علما و عوامِ اہلِ سنّت ان کے احسان مندرہ کر اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

بحر العلوم کے خود اپنے فتاویٰ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے رفقا کی مساعی جلیلہ سے ۷ جلدوں میں ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء میں انڈیا سے اور ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء کو ضیا اکیڈمی کراچی سے شائع ہوچکے ہیں۔ ان کے مطالعے سے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے مضامین پر ان کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ زبان آسان اور سادہ ہے۔ عام قاری بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ جگہ جگہ مجددِ دین وملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات سے گہری وابستگی اور ان کے فتاویٰ سے استفادہ کی جھلک نمایاں ہے۔

ان دو بڑے علمی اور تحقیقی کارناموں کے علاوہ حضرت بحر العلوم علیہ الرحمۃ نے دینی موضوعات پر ہزاروں صفحات پر مشتمل سادہ و سلیس زبان میں کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ وہ ایک بہترین مدرس بھی تھے، اور پیرانہ سالی کے باوجود آخری ایام تک درس وتدریس میں مشغول رہے، تقریباً ۳۰سال برِّ صغیر پاک وہند کی سب سے بڑی اور نمایاں درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ سے وابستہ رہے اور سبک دوشی کے وقت شیخ الحدیث کی مسند پر سریر آرا تھے۔ پھر صدر الشریعہ کی قائم کردہ درس گاہ شمس العلوم، گھوسی تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً ۱۲سال شیخ الحدیث رہے۔ آج ہندوستان کے ہزاروں جید علماءِ کرام جن میں شیخ الاسلام حضرت علامہ مدنی میاں اور حضرت محدثِ کبیر حضرت ضیاء المصطفیٰ اعظمی دامت برکاتہم بھی شامل ہیں ان کو اپنا استاذ یا استاذ الاساتذہ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

سرپرستِ اعلیٰ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا حضرت مسعودِ ملّت ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ سے بحر العلوم کے بہت دیرینہ تعلقات تھے۔ دونوں کے درمیان مراسلت بھی ہوتی تھی۔ فقیر وجاہت رسول قادری غفرلہٗ سے بریلی شریف، مارہرہ شریف اور مدینہ شریف میں ملاقاتیں رہی ہیں۔ چیئرمین ادارہ حضرت حاجی رفیق برکاتی زید مجدہ کی دعوت پر جب کراچی تشریف لائے تھے (غالباً ۲۰۰۴ء میں) تو ادارے کے دفتر بھی تشریف لائے تھے اور یہاں کے متعدد مخطوطات ملاحظہ کیے اور بعض نایاب مخطوطات کے فوٹو اسٹیٹ بھی لیے تھے۔ فقیر نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اتنا بڑا عالمِ بے بدل، مفتیِ اعظم، بحر العلوم لیکن بود وباش میں سادگی اور درویشی کا نمونہ۔ نہایت آسان الفاظ مگر دل پذیر لہجے میں گفتگو فرماتے۔ ان کی زندگی سادہ مزاجی، سادہ بیانی اور سادہ لباسی کا مظہر تھی وہ اعتدال وحکمت و دانائی، دل جوئی، سادگی و توکل کا نمونہ تھے۔

افسوس کہ وہ اب ہم میں نہ رہے، لیکن ان کے علمی کارناموں سے ہماری آنے والی نسلیں تا صبحِ قیامت فیض یاب ہوتی رہیں گی، لیکن ان کی موہنی صورت اور روشن شخصیت! ع

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے!

یکم دسمبر ۲۰۱۲ء کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں بعض چشم دید گواہان کے مطابق ایک لاکھ سے زیادہ سوگواران کی موجودگی میں سپردِ خاک ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً۔

اپنی بات 2

صداقت وایثار کی اساس

پروفیسر دلاور خاں (مدیرِ معاون)

عقیدۂ توحید انسان پر انسان کی خدائی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ حاکمیتِ اعلیٰ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں۔ اسی عقیدے کی روشنی پھیلانے اور انسانیت کو شرک کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث فرمائے تاکہ نوعِ انسانیت میں یہ عقیدہ راسخ ہو جائے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور مالک الملک نہیں ہے یعنی تمام کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کی سلطنت و حکومت ہے۔

تاریخِ اسلام میں حضرت امام حسین کی شخصیت کو جو مقام حاصل ہے وہ تعارف کا محتاج نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعے نے اسلام کی دینی، سیاسی اور سماجی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر مرتب کیا وہ سانحۂ کرب وبلا ہے۔ سانحۂ کرب وبلا اپنے دامن میں ایسے دل سوز واقعات لیے ہوئے ہے جن کی مثال تاریخِ اسلام میں ملنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس لحاظ سے دیگر شہادتوں سے بالکل مختلف نوعیت کا حامل ہے کہ سیدنا امام حسین خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ انہوں نے آغوشِ رسالت میں پرورش پائی، رسالت مآب کے دوشِ مبارک پر سواری کی۔ آپ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ آپ کا ایک اور ارشادِ گرامی ہے کہ "حسین (رضی اللہ عنہ) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ حضرت مصطفیٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی، پھر ملوکیت آجائے گی۔ نبیِّ کریم کے فرمان کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنھم اجمعین کا تیس سالہ دور خلافتِ راشدہ کے دور پر مشتمل ہے۔

امام حسین اور یزیدی فوج کی معرکہ آرائی درحقیقت تلواروں کی نہیں، اصولوں کی جنگ تھی۔ حضرت امام حسین نے پورے عالمِ انسانیت کو باوقار زندگی اور باوقار موت کا شعور عطا کیا۔ نظامِ حیات کا ایک میدانِ عمل ہے، جس میں امام عالی مقام نے اپنے بچوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ زندگی کے ان عملی اصولوں کو دنیا کے سامنے پیش کیا، جن میں قیامت تک کو تغیّر و تبدل نہیں آئے گا، وہ میدان عمل ہے جس میں حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں نے مکمل کامیابی حاصل کی۔ آپ نے دنیا کو ان اصولوں کی سچائی کا مشاہدہ کرانے کے لیے عمل کی شاہراہ پر قدم بڑھایا اور اپنے عمل و کردار سے ثابت کر دیا کہ چھ ماہ کے بچے سے لے کر اسّی برس کے بوڑھے تک اسلام کے یہ اصول انسانی معاشرے میں سچے اور غیر متغیر ہیں۔ اسلام کے یہ اصول کیا ہیں؟ وہ اصول صداقت وایثار ہیں جن کی اساس امام حسین نے کرب وبلا کے میدان میں رکھی۔

کرب وبلا کی تجربہ گاہ میں صبر و شکر، جرأت و شجاعت، عزیمت واستقامت کا عملی مظاہرہ فرما کر ہر ذہن کو اسلامی سماج کے بنیادی اصولوں کی صداقت سے مطمئن کر دیا تاکہ انسانی معاشرے میں کوئی فرد یا جماعت نہ تو ظالم بن سکے اور نہ کوئی شخص یا جماعت ظلم کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار ہو سکے۔

سانحۂ کربلا کے کئی پہلو ہیں۔ ان میں یہ بھی ہے کہ دنیا میں جنگ کے دوران قائدین پر جوش تقریر کرتے ہیں، اپنے ساتھیوں کا خون گرماتے ہیں تاکہ ساتھیوں میں جوشِ عمل پیدا ہو، لیکن یہاں اس کے برعکس منظر دکھائی دیتا ہے۔ آپ پرجوش خطاب کرنے کی بجائے اپنے ساتھیوں کو ساتھ چھوڑنے اور رخصت ہونے کی بخوشی ترغیب دے رہے تھے، جب کہ آپ کے رفقا سختی کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں اور آپ پر اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ اس المیے کی یہ خصوصیت بھی تھی کہ وہاں طاقت کے مقابلے میں بے سروسامانی تھی جو ظالم کے لیے ہمّت افزائی کا باعث تھی، لیکن امام حسین نے ان حالات میں جس ہمّت و جرأت، شجاعت، ایثار و صداقت کا عملی مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخِ انسانی دینے سے قاصر ہے۔ واقعۂ کربلا ایک درد انگیز حادثہ ہی نہیں بلکہ وہاں فرض شناسی اور اخلاقی تعلیمات کے وہ گراں بہا نمونے بھی ہیں جو اگر کسی بڑے اطمینان اور سکون کے وقت ہوئے تو تب ہی قدر کے قابل ہوتے۔ چہ جائیکہ وہ ایسے اضطراب کے عالم اور ماحول میں تھے جبکہ عام انسانوں کے ہوش قائم نہیں رہ سکتے۔

مفکرِ اسلام امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت احمد رضا محدث حنفی قادری برکاتی بارگاہِ حسینیت میں یوں سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی — چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام
اس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا — بے کسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
دُرِّ درجِ نجف، مہرِ برجِ شرف — رنگِ روئے شہادت پہ لاکھوں سلام

کنزالایمان اور ڈاکٹر اوج کا مقالہ

پانچویں قسط

پروفیسر دلاور خاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی کے ڈین کے منصب پر فائز ہیں۔ آپ نے پروفیسر ڈاکٹر اختر سعید صدیقی کی زیر نگرانی مقالہ "قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ" مکمل کر کے ۲۰۰۵ء میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالے میں مفکر اسلام امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت احمد رضا خاں محدث حنفی قادری برکاتی کا شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" شامل ہے۔ مقالے کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر اوج کنزالایمان کے فنی، علمی محاسن کی گیرائی اور گہرائی سے قلتِ علم کی وجہ سے نابلد رہے ہیں، جس سے اہلِ علم میں اس مقالے کی ثقاہت اور صاحب مقالہ کی علمی ساخت متاثر ہوئی۔ انصاف اور تحقیق کے تقاضوں کے تحت ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں زید مجدہ نے مذکورہ مقالے کا معروضی انداز سے مطالعہ کیا ہے اور مقالے میں پائے جانے والے اصولِ تحقیق سے انحراف اور غیر متوازن پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے۔ کنزالایمان کے محاسن کسی مصلحت کی نذر ہو گئے تھے اس پر علمی اور فنی پہلوؤں سے گفتگو کی ہے، جسے قسط وار شائع کیا جارہا ہے تاکہ موصوف نے جو زیادتی کنزالایمان سے اپنے مقالے میں جہاں جہاں برتی ہے تحقیقی انداز میں اس کا ازالہ ہو سکے اور ان سات تراجم پر کنزالایمان کی علمی و فنی برتری ثابت ہو۔ یہ کوئی مجادلہ اور مناظرہ نہیں بلکہ علمی بحث ہے، جس کا آغاز خود ڈاکٹر اوج نے اپنے مقالے کی اشاعت سے کیا ہے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر اوج اپنا موقف پیش کرنا چاہیں تو ہم معارفِ رضا میں انہیں خوش آمدید کہیں گے۔ (سید وجاہت رسول قادری، مدیر اعلیٰ معارفِ رضا)

البروج/۸۵

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ وَّ هُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ

۱۔ کہ (اس) گڑھے والے مارے گئے جس میں دہکتی ہوئی آگ کا ایندھن تھا جبکہ وہ اس (گڑھے والے کنارے) پر بیٹھے ہوئے، اس سلوک کا تماشہ دیکھ رہے تھے جو وہ اہل ایمان کر رہے تھے۔ (ابو منصور)

۲۔ دہکتی ہوئی آگ کی خندقوں والے لوگ لعنت کیے گئے۔ جب وہ ان پر بیٹھے ہوتے اور ایمان داروں سے جو کچھ کرتے تھے وہ اس کو دیکھتے تھے۔ (ثناء اللہ)

۳۔ کہ مارے گئے گڑھے والے (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جب کہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے۔ (مودودی)

۴۔ غارت ہوئے خندق والے، ایندھن کی آگ والے، جس وقت وہ لوگ اس (آگ) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے اس کرتوت کو دیکھ رہے تھے جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے۔ (عبد الماجد)

۵۔ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے۔ آگ ہے بہت ایندھن والی۔ جب وہ اس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے مسلمانوں کے ساتھ، اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ (محمود الحسن)

۶۔ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے (جس میں) آگ تھی بڑی اینڈھن والی۔ جب وہ اس (کے کنارے) پر بیٹھے تھے اور جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ سلوک کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے۔ (کرم شاہ الازہری)

۷۔ کھائی والوں پر لعنت ہو۔ اس بھڑکتی آگ والے، جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔ (احمد رضا)

۸۔ ہلاک ہوئے ایندھن بھری آگ کی کھائی والے، جب وہ اس پر بیٹھے ہوں گے اور جو کچھ وہ اہل ایمان سے کرتے رہے، اس کو دیکھیں گے۔ (اصلاحی)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ ان تراجم میں اصلاحی صاحب کے سوا تمام مترجمین نے صیغۂ ماضی میں ترجمہ کر کے گویا اس واقعے کو ماضی یعنی گزرے زمانے کا ایک قصّہ بنا دیا ہے، جبکہ اصلاحی صاحب نے اپنے ترجمے میں مستقبل کا اسلوب اختیار کر کے اسے آخرت سے متعلق کر دیا۔۔۔۔۔ ہمارے خیال میں اصلاحی صاحب کا ترجمہ قرآن کے مقصدی پہلو سے بھرپور نظر آتا ہے کیوں کہ اس ترجمے میں ان اشقیا کو ان کا انجام بد دکھایا گیا ہے۔ جو ان کے سامنے ہر حال میں آکر رہے گا۔۔۔ حرف "اِذْ" گو یہ گزرے ہوئے زمانہ کے کسی واقعہ کی یاد دہانی کے لئے آتا ہے مگر اسے بھی مستقبل میں پیش آمدہ امر واقعہ کے مفہوم بیان میں لیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس ترجمہ میں اصلاحی صاحب نے لیا بھی ہے (۱۶۷)

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حقیقت کی وضاحت کی جائے آیا یہ واقعہ ماضی کا ہے یا مستقبل کا اس سلسلے میں سب سے پہلے کتب

احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ ایک واقعہ تفہیم القرآن میں حضرت صہیب رومی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے اور حوالہ میں احمد، مسلم، نسائی، ترمذی، ابن جریر، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، طبرانی، عبدبن حمید کو پیش کیا گیا۔ (م۔الف:۱۶۸)

ان کتب احادیث کے حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ماضی کا واقعہ ہے؛ جو مختلف احادیث میں مرقوم ہے حضرت صہیب رومی کے واقعہ کو مشکوک بنانے کے لئے حکیم محمد یعقوب اجملی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اس میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ واقعی یہ واقعہ حضور ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے، ممکن ہے حضرت صہیب رومی نے خود ہی یہ واقعہ بیان فرمایا ہو، کیوں کہ ان کے پاس نصرانیوں کی ایسی بہت سی حکایات تھیں (م، الف:۱۶۹)۔ اگر بالفرض یہ واقعہ صحابی رسول حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ماضی کا ہے مستقبل کا نہیں تو کیا وہ ڈاکٹر اوج کے نزدیک مولانا اصلاحی کی ذاتی رائے کے مقابلے میں حجت نہیں ؟ اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حقائق کی روشنی میں یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت صہیب رومی نے یہ واقعہ خود بیان نہیں کیا بلکہ اسے رسولِ کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی اصحاب اخدود کی تفصیل میں صحیح مسلم شریف سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ امام مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صہیب رومی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ الخ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۳۰۰۵)

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) اصحاب اخدود کا واقعہ خود رسول اللہ نے بیان فرمایا۔

(۲) حضرت صہیب رومی صرف اس واقعے کے ایک راوی ہیں۔

(۳) اس واقعہ کا تعلق ماضی سے ہے۔

(۴) صحاح ستہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔

اگر اس واقعے کو مستقبل سے منسوب کر دیا جائے تو صحیح مسلم کی حدیث کا انکار، صحابی رسول کے قول کی اہمیت کا انکار اور صحاح ستہ کی اہمیت کا انکار ثابت ہوتا ہے جو کسی مومن کی شان نہیں جبکہ ڈاکٹر اوج امین اصلاحی کی ذاتی رائے پر کامل اعتماد کرتے ہوئے ان کے ترجمے کو ترجیح دے رہے ہیں جو مستقبل سے منسوب ہے جس سے موصوف پر جمہور کے مقابلے میں مولانا امین اصلاحی کے نظریات کی جھلک نمایاں دکھائی دے رہی ہے۔ مولانا اصلاحی کے تفسیری نظریات و رجحانات کے بارے میں سابق وفاقی وزیر مذہبی امور و جماعت اسلامی کے ممتاز رہنما سید وصی مظہر ندوی کا یہ تبصرہ ملاحظہ ہو،، جہاں تک مولانا اصلاحی کی تفسیر کا تعلق ہے تو اس میں وہ حصے بلاشبہ بہت قابل قدر ہیں جو مولانا حمید الدین فراہی کی تحریروں اور نوٹس پر مبنی ہیں باقی جو ان کی اپنی تفسیریں ہیں وہ انتہائی ناقص اور گمراہ کن ہیں۔ انہوں نے یہ تفسیریں خانقاہ ڈوگراں (ضلع شیخوپورہ) کے گاؤں میں صرف کشاف اور منجد کی مدد سے لکھی ہیں۔ گذشتہ رمضان میں ان کی تفسیر کے پارۂ عم کا بالاستیعاب مطالعہ کیا (یہ پارہ ڈاکٹر اوج کا بنیادی ماخذ ہے) تو میں ان کی زیادتیوں پر حیران رہ گیا۔۔۔۔ ان کے ہاں شان نزول اور تاریخی پس منظر سے بے نیازی اس طرح برتی جاتی ہے جس طرح کی بے نیازی اور انکار، منکرین حدیث اور تفسیر بالرائے کے ہاں پایا جاتا ہے۔" (صریر خامہ: مجموعہ مقالات و مکتوبات سید وصی مظہر ندوی ص۵۴۵، ناشر فکر و نظر پبلشنگ، کینیڈا)

جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی کا ترجمہ

(۱) حدیث مسلم، ترمذی اور نسائی کے خلاف ہے۔

(۲) جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔

(۳) (کھائی پر بیٹھنا) خلاف واقع ہے۔

(۴) عربی قواعد کے معروف استعمال کے خلاف ہے۔

حیرت ہے کہ ڈاکٹر اوج اس کے باوجود امین اصلاحی کی ذاتی رائے کو فوقیت دیتے دکھائی دیتے ہیں۔

قرآن فہمی کے لئے ایک مفسر و مترجم کو علم الوجوہ قرآن کا جاننا نہایت ضروری ہے کیوں کہ اس علم میں درک حاصل کیے بغیر اس میدان میں ایک قدم بھی آگے بڑھایا نہیں جا سکتا۔ علم الوجوہ قرآن سے مراد ایسا علم ہے جس میں ایک لفظ ایک حرکت کے ساتھ متعدد معنوں پر بحث کی جاتی ہے،، متقدمین میں سے مقاتل بن سلیمان (۱۵۰ھ) یحیٰ بن سلام (۲۰۰ھ) عبدالرحمان بن جوزی ہارون اور بن موسیٰ الحکیم الترمذی نے اس علم پر کئی کتابیں لکھیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں اس علم پر بحث کی ہے اور اس علم کے تناظر میں قرآن سے متعدد مثالیں دیں ہیں مثلا الدعا کے لئے عبادت، استعانت، سوال و دعا، قول اور ندا اسی طرح آپ نے الاحصان کے چار، الذکر کے ۲۰، الرحمہ کے ۱۴، الروح کے ۹، الصلوٰۃ کے ۹، الفتنہ کے ۱۰،

القضا کے ۱۵ اور الھدیٰ کے ۱۸ معنیٰ تحریر کیے ہیں۔ علم الوجوہ قرآن پر مولانا احمد رضا خاں کو مکمل دسترس حاصل تھی، اسی لئے انہوں نے اپنے ترجمے میں اس علم کو خوب برتا جس کی وجہ سے انہیں دیگر مترجمین میں ایک منفرد مقام حاصل ہے مثلاً وحی ایک لفظ ہے مگر آپ نے اسے متعدد معنوں میں استعمال کیا ہے، جیسے خفیہ بتانا، دل میں ڈالنا، حکم، اشارہ اور الہام۔ اسی طرح قتل کے متعدد معنوں تحریر کیے، مثلاً لڑنا، شہید کرنا ،جہاد کرنا، لعنت کرنا۔ آیت میں قتل کا ترجمہ تمام مترجمین نے ہلاک کرنے سے کیا۔ کیوں کہ وہ اس علم پر عبور و فہم نہیں رکھتے جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے علم الوجوہ قرآن کے تحت "قتل" کا لغوی ترجمہ ہلاک نہیں بلکہ لعنت سے کیا ہے۔ اس پہلو سے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کو علم الوجوہ قرآن کے تناظر میں تمام مترجمین پر فوقیت حاصل ہے۔

راقم نے اس موضوع "علم الوجو قرآن اور مولانا احمد رضا خاں محدث حنفی" پر ایک مقالہ قلم بند کیا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ ڈاکٹر اوج صاحب تفہیم کے حوالے سے لکھتے ہیں قتل کا مطلب یہ ہے ان پر خدا کی لعنت پڑی (م،الف:۱۶۷) جبکہ انکا ترجمہ، مرے گئے، ان کے خلاف چلا گیا علامہ عزیزالحق کوثرندوی "قتتل الانسان ما اکفرہ" (عبس:۱۷) کے ذیل میں لکھتے ہیں "قتل الانسان" یہ جملہ انتہائی بےزاری کو ظاہر کرتا ہے عرب اپنے محاورے میں ایسے موقع پر قتل فلاں کہا کرتے جس کا مفہوم اردو میں اس طرح ہو گا احسان فراموش ان پر اللہ کی مار (جواہر البیان فی التفسیر القرآن، جلد اول، ص ۱۳۵)

مولانا اصلاحی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: "ہلاک ہوئے ایندھن بھری آگ کی کھائی والے جب وہ اس پر بیٹھے" اور مولانا احمد رضا اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: "کھائی والوں پر لعنت ہو۔ اس بھڑکتی آگ والے جب اس کے کنارے پر بیٹھے تھے" کھائی پر بیٹھنا خلاف واقعہ ہے جبکہ مولانا احمد رضا نے کھائی کے کناروں پر بیٹھنا حسب حال ترجمہ کیا ہے۔

مولانا احمد رضا کے ترجمے کے امتیازات

(۱) ترجمہ حدیث مسلم، ترمذی اور نسائی کے عین مطابق ہے۔
(۲) ترجمے کو جمہور مفسرین کی تائید حاصل ہے۔
(۳) قواعد عربی کے عین مطابق ہے۔
(۴) ترجمہ حسب حال ہے۔
(۵) قتل، کا ترجمہ علم الوجوہ قرآن کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ ان امتیازات کی بنا پر مولانا احمد رضا کے ترجمے کو تمام تراجم پر فوقیت حاصل ہے جبکہ ڈاکٹر اوج اپنی تحقیق کے مطابق امین اصلاحی کے ترجمے کو ترجیح دے کر جمہور مفسرین کی تحقیقات سے انحراف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ (سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاق، آیت ۱۶)

(۱) پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (اصلاحی)
(۲) تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی (احمد رضا)
(۳) پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (کرم شاہ الازہری)
(۴) پس میں شفق کی قسم کھاتا ہوں (ابو منصور)
(۵) پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (مودودی)
(۶) قسم ہے غروب کے وقت کی روشنی کی (ثناء اللہ)
(۷) سو قسم کھاتا ہوں، شام کی سرخی کی (محمود الحسن)
(۸) میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (عبد الماجد)

چوتھی قسط میں "لازائدہ" اور "منفصل" کی تحقیق گذر چکی ہے۔ اس لیے تکرار سے گریز کرتے ہوئے آیت کے ترجمے کا دوسرے پہلو سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ دوسرے پہلو سے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ مذکورہ بالا مترجمین میں احمد رضا، ثناء اللہ اور محمود الحسن کے ترجموں میں ایک نئی قدر مشترک ہے اور وہ ہے لفظ "شفق" کا ترجمہ جبکہ دیگر مترجمین نے شفق کا ترجمہ لفظ شفق سے کر دیا حالاں کہ مترجم کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی الفاظ کا مناسب الفاظ میں ترجمہ ضرور کرے۔ بہر حال شفق کا ترجمہ جن مختلف الفاظ سے ہمارے مترجمین نے کیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) شام کا اجالا (احمد رضا)
(۲) غروب کے وقت کی روشنی (ثناء اللہ)
(۳) شام کی سرخی (محمود الحسن) (م:الف:۱۶۲)

شفق کے تراجم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مولانا ثناء اللہ کا ترجمہ نہیں بلکہ تشریح ہے اس مرحلے پر مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمود الحسن کے تراجم کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ "صبح کا اجالا" جس کا آغاز سورج کا طلوع ہونے سے ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جب سورج غروب ہوتا ہے تو اس آخری وقت کے اجالے کے لیے اردو میں کوئی مخصوص لفظ نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے "شفق" کے ترجمے میں دو خدمات انجام دیں: ایک کم سے کم الفاظ

میں "شفق" کا ترجمہ، دوسرے اردو زبان میں "شام کے اجالے" کا اضافہ ہے۔ کسی زبان میں الفاظ کا اضافہ کرنا یہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں یہ خدمت وہی انجام دے سکتا ہے جو فصاحت وبلاغت پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا کا ترجمہ جامعیت کا حامل ہے اور اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافے کا باعث۔ اس پہلو سے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کو باقی تمام تراجم پر فوقیت حاصل ہے۔ اس امتیاز اور انفرادیت کے باوجود ڈاکٹر اوج مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کو دیگر تراجم کے مماثل قرار دے رہے ہیں۔

وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ(سُوْرَۃُ الْفَجْرِ، آیت ۲۲)

(۱) اور تیرا پروردگار اور فرشتے صف بہ صف آئیں گے۔ (ابو منصور)

(۲) اور تمہارا رب جلوہ فرما ہو گا۔ اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے۔(مودودی)

(۳) اور تیرا خداوند صف در صف فرشتوں کے جلو میں نمودار ہو گا۔ (اصلاحی)

(۴) اور جب آپ کا رب جلوہ فرما ہو گا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔(پیر کرم شاہ)

(۵) اور آپ کا پروردگار اور فرشتے آئیں گے۔ (عبد الماجد)

(۶) اور آئے تیرا رب اور فرشتے آئیں قطار در قطار۔ (محمود الحسن)

(۷) تمہارے پروردگار کا حکم فیصلہ کا آپہنچے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر آموجود ہوں گے۔(ثناء اللہ)

(۸)اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار در قطار۔ (احمد رضا)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں: "بہر حال یہ مسلم ہے کہ اللہ کے آنے کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ لفظ کے حقیقی معنیٰ کا تقاضا، لازمہ جسم ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور خواصِ جسم سے مبرا ہے، لہٰذا اس پہلو سے رضا بریلوی اور ثناء اللہ امر تسری کے تراجم اپنے محل پر بالکل صحیح نظر آتے ہیں۔"(م الف:۱۸۴)

یہاں ڈاکٹر اوج نے مولانا احمد رضا خاں اور مولانا ثناء اللہ کے تراجم کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن یہاں بھی حسبِ سابق کسی ترجمے کو ترجیح دینے کے لیے مزید کوشش نہیں کی گئی۔ دونوں تراجم کا مطالعہ ایک بار پھر کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ دونوں تراجم میں سو فی صد مماثلت پائی جاتی ہے کہ نہیں۔ ملاحظہ ہو:

"تمہارے پروردگار کا حکم فیصلہ کا آپہنچے گا" (ثناء اللہ)

مولانا ثناء اللہ کے تراجم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس میں سلاست اور روانی کا فقدان پایا جاتا ہے "کا" کی تکرار پائی جاتی ہے "حکم" یا "فیصلہ" میں سے ایک کا انتخاب کرنا چاہیے تھا ترجمہ ایجاز واختصار کے محاسن سے عاری ہے۔

اس مرحلے پر مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"اور تمہارے رب کا حکم آئے"

(ا) "و" کا ترجمہ "اور" سے کیا گیا ہے۔

(ب) ترجمے میں سلاست وروانی پائی جاتی ہے۔

(ج) ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے۔

(د) اضافی الفاظ کی تکرار سے گریز کیا گیا ہے۔

اس آیت کا دوسرا حصّہ ملاحظہ ہو:

"اور فرشتے صفیں باندھ کر آموجود ہوں گے"(مولانا ثناء اللہ)

"اور فرشتے قطار در قطار" (مولانا احمد رضا خاں)

مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے میں جامعیت، سلاست، ایجاز اور ادبی حسن نمایاں ہے۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کو مولانا ثناء اللہ سمیت دیگر تراجم پر برتری حاصل ہے مذکورہ امتیازات کے باوجود حیرت ہے کہ ڈاکٹر اوج دونوں تراجم کو برابر قرار دے رہے ہیں۔

فَعَقَرُوْهَا(سُوْرَۃُ الشَّمْسِ، آیت ۱۴)

(۱) اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ (مودودی)

(۲) اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ (اصلاحی)

(۳) پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس کے۔ (محمود الحسن)

(۴) پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں۔(احمد رضا)

(۵) اور اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ (ثناء اللہ)

(۶) اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ (ابو منصور)

(۷) اور اس اونٹنی کو مار ڈالا۔(عبد الماجد)

(۸) اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ (کرم شاہ الازہری)

ڈاکٹر اوج اپنا تحقیقی تجزیہ یوں بیان کرتے ہیں: "مولانا مودودی اور مولانا عبد الماجد دریابادی نے اپنے ترجمے میں سادہ مختصر الفاظ میں یہی بات (ہلاک) کہنے کی کوشش کی ہے؛ جب کہ دیگر نے کوچیں کاٹنے اور پاؤں کاٹنے کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ گو اس کا نتیجہ بھی اس جانور کی موت ہی ہے مگر ان تراجم سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ اونٹنی شاید لولی لنگڑی شکل میں زندہ رہی ہو مری نہ ہو۔ حالانکہ "عقر" میں اس کے مار دیے جانے کا

مفہوم موجود ہے۔ چنانچہ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے مفہوم قرآن اپنے کامل معنیٰ میں منتقل ہو سکے چنانچہ مولانا مودودی اور دریابادی کے تراجم اس لحاظ سے بھرپور معنویت کے حامل ہیں۔" (م، الف:۱۹۷)

ڈاکٹر اوج کو یہ شبہ مولانا محمود الحسن کے ترجمے "پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس کے" سے ضرور لاحق ہو سکتا ہے۔ "کوچیں کاٹنے" سے یہ شبہ لاحق نہیں ہونا چاہیئے کیوں کہ مولانا عزیز الحق کوثر ندوی لکھتے ہیں کہ کوچیں کاٹنے سے مراد مار ڈالنا ہے۔(جواہر البیان فی تفسیر القرآن، جلد اول، ص ۱۳۵)۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مترجمین نے "مار ڈالنے" اور "پاؤں کاٹنے" سے ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ ظاہر میں یہ دونوں الفاظ بہت ہلکے ہیں جو "عقر" کے مفہوم کو بیان کرنے سے عاری ہیں جبکہ کوچیں کاٹنے میں اونٹنی کو تڑپا تڑپا کر اور درندگی سے اذیت دے کر مارنے کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ اونٹنی کو مارنا اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا بڑا گناہ اسے سنگ دلی، ظلم اور بربریت سے مارنا ہے۔ قرآن نے ان کی اسی بربریت کو اجاگر کیا ہے۔

اس سنگ دل کیفیت کو بیان کرنے کے لیے "کوچیں کاٹنے" سے بہتر اور جامع لفظ کوئی نہیں جس میں ہلاکت اور بربریت دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔

اس لیے مولانا احمد رضا خاں سمیت دیگر مترجمین کے تراجم میں معنویت اور جامعیت اتم درجے میں پائی جاتی ہے۔

وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ (سُوْرَةُ الْبَيِّنَة، آیت ۵)

(۱) اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔ (اصلاحی)

(۲) یہی نہایت صحیح و درست دین ہے۔ (مودودی)

(۳) دین قیم یہی ہے۔ (امر تسری)

(۴) اور یہی نہایت سچا دین ہے۔ (الازہری)

(۵) اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی۔ (محمود الحسن)

(۶) یہی طریقہ ہے (ان) درست مضامین کا۔ (عبد الماجد)

(۷) یہی تو بیش قیمت (درست و محکم) دین ہے۔ (ابو منصور)

(۸) اور یہ سیدھا دین ہے۔ (احمد رضا)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ اس آیت کے ترجمے دو طرح سے کیے گئے ہیں: ایک طرح ان تراجم کی ہے جو "دین القیمہ" کو اضافت کی صورت میں مانتے ہیں اور دوسری ان کی ہے جو اسے وصف کی صورت میں لیتے ہیں۔۔۔۔۔ راقم کے نزدیک ہر دو طرح کے تراجم درست ہیں۔"

ان تراجم کا ایک بار پھر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا مودودی نے "و" کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔

(۲) مولانا ثناء اللہ نے بھی "و" کا ترجمہ نہیں کیا۔

(۳) مولانا عبد الماجد نے بھی "و" کا ترجمہ نہیں کیا۔

(۴) مولانا عبد الماجد نے "دین" کا ترجمہ "طریقہ" کیا ہے۔

(۵) مولانا محمود الحسن نے "دین" کا ترجمہ "راہ" کیا ہے۔

جب کہ "دین" اسلام کی ایک جامع اصطلاح ہے۔ دین کے ان تراجم سے اس کی معنویت محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

باقی رہ گئے یہ تراجم:

(۱) اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔ (اصلاحی)

(۲) اور یہی نہایت سچا دین ہے۔ (الازہری)

(۳) اور یہ سیدھا دین ہے۔ (احمد رضا)

مولانا اصلاحی کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کا ترجمہ نہیں بلکہ بعض مفسرین کی تشریح ہے یعنی دین الملۃ القیمہ "سیدھی ملت کا دین"۔

باقی رہ گئے مولانا احمد رضا اور پیر محمد کرم شاہ الازہری کے تراجم تو ان دونوں تراجم میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس طرح مولانا احمد رضا خاں اور پیر محمد کرم شاہ الازہری کے تراجم کو باقی چھ تراجم پر فوقیت حاصل ہے جبکہ ڈاکٹر اوج ان آٹھ تراجم کو برابر قرار دے رہے ہیں۔

وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰىهَا ۙ۝ وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰىهَا ۙ۝ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۙ۝ (سُوْرَةُ الشَّمس، آیت:۵ تا ۷)

(۱) اور آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ (احمد رضا)

(۲) اور آسمان کی اور جیسا کہ اس کو بنایا، اور زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا اور جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا۔ (محمود الحسن)

(۳) اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے قائم کیا اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا۔ (مودودی)

(۴) اور شاہد ہے آسمان اور جیسا کہ کچھ اس کو اٹھایا اور زمین اور جیسا کچھ اس کو بچھایا اور نفس اور جیسا کچھ اس کو سنوارا۔ (اصلاحی)

(۵) اور قسم ہے آسمان کی اور جس نے اس کو بنایا ہے اور قسم ہے زمین کی اور جس نے اسے پھیلا دیا ہے اور قسم ہے ہر نفس کی جس نے اسے ٹھیک کیا۔ (امر تسری)

(۶) اور آسمان کی اور اس (نور) کی جس نے اسے بنایا اور زمین

کی اور اس (نور) کی جس نے اسے بچھایا اور نفس کی اور اس (نور) کی جس نے اسے کامل بنایا۔ (ابو منصور)

(۷) اور آسمان کی اور اس کی جس نے اسے بنایا، اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا اور جان کی اور اس کی جس نے اسے درست بنایا۔ (عبد الماجد)

(۸) اور قسم ہے آسمان کی اور اسے بنانے والے کی اور زمین کی اور اس کو بچھانے والے کی۔ قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی۔ (پیر کرم شاہ)

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں کہ آیات مذکورہ میں بیشتر تراجم ماموصولہ کے تحت کیے گئے ہیں اور دو ترجمے مامصدریہ کے تحت۔ موصولہ کے تحت جن حضرات نے ترجمے کیے ہیں ان میں احمد رضا، مودودی، امرتسری، ابو منصور، عبد الماجد اور پیر کرم شامل ہیں۔۔۔۔ محمود الحسن اور اصلاحی کے تراجم مامصدر کے تحت ہیں۔۔۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ لفظ (ما) عربی لغت میں عام طور پر غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے لہٰذا خدا پر اس کا اطلاق کسی مناسبت کا حامل نہیں۔ اس لیے علماءِ تحقیق یہاں "ما" کو مصدریہ لیتے ہیں نہ کہ موصولہ۔۔۔۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ اسلوب ترجمہ کی رو سے دونوں طرح کے ترجمے درست ہیں مگر ہمارے نزدیک بہتر ترجمہ وہ ہے جو مامصدریہ کے تحت کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر اوج مامصدریہ کے تحت کیے گئے تراجم کو اس بنا پر ترجیح دے رہیں کہ "ما" عربی لغت میں عام طور پر غیر ذی العقول کے آتا ہے، لہٰذا خدا پر اس کا اطلاق مناسبت کا حامل نہیں۔ یہاں یہ امر تحقیق طلب ہے کہ جو علت بیان کی گئی ہے اس میں صداقت ہے یا "ما" ذوی العقول کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ علت کے برعکس مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں: پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ امام حسن بصری، مجاہد اور طبری کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ "ما" بمعنی "مَن" ہے ترجمہ اس کے مطابق کیا گیا ہے۔ باقی رہا یہ شبہ کہ "ما" کا استعمال بے جان مخلوق اور غیر عاقل اشیاء کے لیے ہوتا ہے یہاں ما سے اللہ تعالیٰ کی ذات کیسے مراد لی جاسکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں "ما" بکثرت "مَن" کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے، مثلاً فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔۔۔ وَلا انتم عابدون ما أعبد (ضیاء القرآن، جلد پنجم، ص ۵۷۲)

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"دوسرے مفسرین نے یہاں "ما" کو "من" یا "الذی" کے معنٰی میں لیا ہے اور وہ ان فقروں کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جس نے آسمان کو قائم کیا اور جس نے زمین کو بچھایا اور جس نے نفس کو ہموار کیا یہی دوسرا مطلب ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ (م، الف: ۱۹۲)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ "ما" کو کیوں استعمال فرمایا اور لفظ من کو کیوں استعمال نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے اگر اللہ عزوجل لفظ "من" استعمال فرماتا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہوتی یعنی آسمان کی قسم! اور جس ذات نے آسمان کو بنایا اور لفظ "ما" سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت کی طرف اشارہ ہے یعنی آسمان کی قسم! اور اس عظیم چیز کی قسم جو اس آسمان کو بنانے پر قادر ہے۔" (تبیان القرآن، جلد ۱۲، ص ۷۶۶)

"ما" سے متعلق مفسرین کی تحقیقات سے ڈاکٹر اوج کی تحقیق مجروح ہوتی ہے کہ:

(۱) "ما" اللہ تعالیٰ کے لیے موزوں نہیں (۱۹۳)

(۲) خدا پر اس (ما) کا اطلاق کسی مناسبت کا حامل نہیں (۱۹۶)

پس ثابت ہوا کہ ڈاکٹر اوج "ما" سے متعلق قلّتِ علم کی وجہ سے مولانا اصلاحی اور مولانا محمود الحسن کے تراجم کو ترجیح دے رہیں ہیں۔

حاصلات: (Findings)

۵۵۔ ایسے ترجمے کر ترجیح دی گئی ہے جو مستند احادیث کے خلاف ہے۔

۵۶۔ اصحاب اخدود کا واقعہ حضور ﷺ نے خود بیان فرمایا۔

۵۷۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ صرف واقعہ کے راوی ہیں۔

۵۸۔ مولانا احمد رضا خاں نے "قتل" کا ترجمہ "لغت" علم الوجوہ کے تناظر میں کیا ہے۔

۵۹۔ "کوچیں کاٹنے" میں ہلاکت اور بربریت دونوں پائی جاتی ہے۔

۶۰۔ ایسے ترجمے کو برتری دی گئی ہے جس میں سلاست وروانی کا فقدان ہے۔

۶۱۔ "ما" سے متعلق مفسرین کی تحقیقات سے ڈاکٹر اوج کی تحقیق مجروح ہوتی ہے۔

۶۲۔ مولانا احمد رضا کے ترجمے کو دیگر تراجم پر برتری حاصل ہے۔

۶۳۔ مولانا احمد رضا کو علم الوجوہ قرآن پر درک حاصل ہے۔

(نوٹ: نمبر گذشتہ اقساط کے تسلسل میں لکھے گئے ہیں)

(جاری۔۔۔)

شرکت کا اسلامی تصوّر

صبا نور (پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان)

خلاصہ: شرکت اجتماعی سرمایہ کاری کا قدیم طریقہ ہے اور قدرے سہل بھی جس میں کوئی ایک فرد نہیں بلکہ دو یا زائد افراد مل کر مشترکہ کاروبار کرتے ہیں اور نفع نقصان کی ذمّے داری بھی قبول کرتے ہیں۔ آیاتِ قرانیہ اور احادیث سے اس کے جواز کا ثبوت اور اس کی اہمیت وافادیت کا پتا چلتا ہے۔ عہدِ حاضر میں بھی شراکت کی بنیاد پر کئی کاروبار معرضِ وجود میں آچکے ہیں، نیز ان میں سے کئی ایک صورتیں ناجائز بھی ہیں جن میں سود کا بھی خدشہ ہے۔ مولانا احمد رضا نے شراکت کی اقسام پر بحث کی ہے نیز دورِ حاضر میں کاروبار کی جو ناجائز اشکال ہیں ان کے حل میں مولانا احمد رضا کی تحقیق سے مدد لی جاسکتی ہے۔

تمہید

مختلف شعبوں میں کاروبار کی مختلف شکلیں رائج ہیں۔ کاروبار سرمائے کی بنیاد پر ہوتا ہے ایک تنِ تنہا فرد کے پاس اتنی مقدار میں سرمایہ موجود ہو جس سے بآسانی کوئی کاروبار شروع کرلیا جائے۔ جہاں کوئی شخص اپنے سرمائے کی بنیاد پر اپنا ذاتی کاروبار کرسکتا ہے، اس میں کسی دوسرے کی مرضی کا دخل نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ہی تنہا اپنے کاروبار کو چلائے گا۔ نفع ونقصان بھی اس کا ذاتی ہوگا۔ دوسری صورت میں ''مشترکہ کاروبار'' کرنے کی کئی ایک صورتیں ہوسکتی ہیں: اولاً کاروبار بڑی نوعیت کا ہو جہاں چند افراد اپنے سرمائے سے کسی بڑے پراجیکٹ کو شروع کرلیں جو چند لوگوں کے انویسٹ کرنے سے شروع ہوتا ہو۔ ثانیاً سرمایہ قلیل ہو اور چند افراد مل کر مشترکہ سرمائے سے چھوٹی نوعیت کا کاروبار کریں۔ غرض کاروبار وسیع نوعیت کا ہو یا محدود، چند افراد مل کر کریں گے تو وہ شرکت کا معاہدہ کہلائے گا۔

طریقہ کار

زیرِ نظر مقالے میں شرکت سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی گئی ہیں شرکت کے کاروبار سے متعلقہ وضاحت اور اس کاروبار کی نوعیت، شرکت کی اقسام، عصرِ حاضر میں اس کاروبار کی مروجہ شکلوں کو بیان کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی اس کاروبار سے متعلق تحقیقات آپ کے معروف تصنیف ''العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' میں موجود ہیں خاص طور پر شرکت ملک اور مشترکہ کاروبار سے متعلق مسائل بھی اس تصنیف میں بیان کیے گئے ہیں۔ پیشِ نظر تحقیق میں آپ کی ان تفصیلی تحقیقات کو موضوع نہیں بنایا گیا بلکہ اس مقالے میں شرکت کا بنیادی اور جزوی سا جائزہ مولانا احمد رضا کی پیش کی گئی تحقیقات کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

تحدید

شرکت ایک وسیع موضوع ہے جس کو ایک مختصر مقالے میں مکمل طور پر پیش کرنا ممکن نہیں۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (مع تخریج وترجمہ عربی عبارات) کی جلد ۱۹ میں شرکت سے متعلق پورا ایک باب موجود ہے۔ اسی طرح اس تصنیف کی دیگر جلدوں میں شراکت کے کاروبار کی شکلوں سے متعلق تحقیق بیان کی گئی ہے۔ پیشِ نظر مقالے میں شرکت کی تعریف اور اقسام سے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

مقاصدِ تحقیق

(۱) شرکت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرنا اور اس کی اقسام کو پیش کرنا۔

(۲) عہدِ حاضر میں شرکت کی مروّجہ صورتیں بیان کرنا۔

(۳) مولانا احمد رضا خاں کی پیش کی گئی تحقیق کا مختصر جائزہ پیش کرنا۔

شرکت کا لغوی واصطلاحی مفہوم

عربی زبان کا لفظ شرکۃ، کا مادہ ش۔ ر۔ ك ہے جو اپنی مختلف صورتوں کے ساتھ مختلف ملتے جلتے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ شرک (شریک بنتا یا کسی کو اپنے کام میں شریک کرنا)۔

اَلْمُشُشْرَك۔ وہ چیز جس میں دو یا کئی لوگوں کی شرکت ہو

اَلْمُشَارَکة۔ باہم شریک ہونا اور ایک دوسرے کا حصّے دار بننا۔

اَلشَّتِرَکَة: شریک ہونا۔

علامہ جرجانی نے شراکت کی تعریف یوں کی ہے: دو یا زیادہ حصّوں کا باہم اس طرح مخلوط ہوجانا کہ اس میں تمیز نہ ہو پھر اس کا اطلاق ایک عقد پر ہونے لگا بشرطیکہ اس میں دو حصّے مخلوط نہ پائیں جائیں۔[1]

"القاموس" میں ہے دو افراد یا زیادہ لوگوں کے درمیان ایک مشترک کام کرنے کا معاملہ شراکت کہلاتا ہے۔[۲]

شراکت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی چیز ایک سے زائد آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہو ان میں سے ہر ایک اس جبر کے چھوٹے سے چھوٹے حصّے میں بھی حقِّ ملکیت رکھتا ہو۔ علما و فقہا شرکتہ سے ابتداء میں کوئی بھی مشترکہ ملکیت مراد لیتے ہیں؛ مثلاً وراثت، ہبہ، اس قسم کی ملکیت یا جائیداد کا کوئی حصّے دار دوسرے حصّے داروں کی منظوری ہی سے اپنے حصّے سے متعلق کوئی کارروائی کر سکتا ہے۔ شرکت کی دوسری قسم وہ ادارہ یا کمپنی ہے جس کی بنیاد باہمی معاہدے یعنی عرض و قبول پر ہو۔[۳]

ان سب تعریفوں کو سامنے رکھ کر شرکت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے: "دو افراد مل کر یا افراد کی ایک جماعت کا کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار میں جو بھی نفع و نقصان ہو گا اس میں معین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں"۔

قرآن کریم سے ثبوت

قرآنِ پاک سے بھی شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ[۴] اور اگر انہیں نفقہ و کاروبار میں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔

فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ[۵] اور اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ[۶] اور بے شک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا[۷] تم اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ دیکھے کہ کونسا کھانا زیادہ حلال اور پاکیزہ ہے تو اس میں سے کچھ کھانا تمہارے پاس لے آئے اور اسے چاہیے کہ آنے جانے اور خریدنے میں آہستگی اور نرمی سے کام لے اور کسی شخص کو (بھی) تمہاری خبر نہ ہونے دے۔

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِی ۙ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ۙ[۸] اور میرے گھر والوں میں سے میرا ایک وزیر بنادے وہ میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) ہو اس سے میری کمرِ ہمت مضبوط فرمادے اور اسے میرے کارِ رسالت میں شریک فرمادے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝[۹] اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ایسے غلام شخص کی جس کی ملکیت میں کئی ایسے لوگ شریک ہوں جو بداخلاق بھی ہوں اور باہم جھگڑالو بھی اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہو جو صرف ایک ہی فرد کا غلام ہو۔ کیا یہ دونوں حالات کے لحاظ سے یکساں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ساری تعریفیں خدا تعالیٰ کے لیے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ (حقیقتِ توحید کو) نہیں جانتے۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۱۰] اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصّہ اللہ کے لیے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم خدا پر اور اس وحی پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر حق و باطل کے درمیان فیصلے کے دن نازل فرمائی۔ وہ دِن جب میدانِ بدر میں مومنوں اور کافروں کے دونوں لشکر باہم مقابل ہوتے تھے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

احادیث سے ثبوت

شرکت کی مشروعیت احادیث سے بھی ثابت ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک دفعہ لوگوں پر فاقے کی نوبت آگئی، قوم کے توشے ختم ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اونٹوں کے بعد زندہ کیسے رہو گے؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منادی کرادو کہ سب لوگ اپنے بچے ہوئے توشے لائیں۔

اس کے لیے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا۔ لوگوں نے اس پر لاکر رکھ دیا۔ رسول ﷺ نے کھڑے ہو کر اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر اپنے برتنوں کے ساتھ سب کو بلایا۔ سب لوگوں نے برتن بھر لیے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[11]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جب غزوے میں محتاج ہو جاتے تھے، مدینہ میں ان کے عیال کا غلہ ختم ہو جاتا تو جو کچھ بھی لوگوں کے پاس بچا ہوتا سب کو ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے پھر ایک برتن سے برابر تقسیم کر لیتے۔[12]

صحیح بخاری میں ہے کہ اگر ایک شخص ایک چیز کا دام طے کرے تو دوسرا آنکھ سے اشارہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یہ اس کا شریک ہے۔[13]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں دو شریکوں میں (شریک ہوں) جب تک کہ ایک دوسرے سے خیانت نہیں کرتا۔ جب ایک دوسرے سے خیانت کرتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔[14]

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ساجھی داروں کے ساتھ رہتا ہے جب تک کوئی دوسرے سے خیانت نہ کرے لیکن اگر وہ خیانت کرے گا تو وہ ہاتھ ان سے اٹھ جائے گا۔[15]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس شخص کے پاس زمین یا کھجور کا درخت ہو تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک وہ اپنے شریک سے پوچھ نہ لے۔[16]

حضرت سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو لوگ میری تعریف کر رہے تھے اور میرا ذکر ہو رہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں انہیں تمہاری نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ حضرت سائب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ آپ ہی بمنزلہ میرے ماں باپ کے ہیں، آپ ﷺ نے سچ فرمایا: آپ زمانۂ جاہلیت میں میرے ساجھی اور (کاروباری شریک) تھے اور کیا ہی اچھے ساجھی تھے کہ آپ نے کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔[17]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ انصار نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے درمیان اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا "نہیں"۔ انصار نے مہاجرین سے کہا تم محنت کرو اور ہم صرف پھل میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے۔ مہاجرین کہنے لگے ہم دل و جان سے راضی ہیں۔[18]

عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید انہیں لے کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تھیں اور عرض کیا تھا، کہ اس سے بیعت لیجیے یارسول اللہ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے والد عبد اللہ بن ہشام انہیں لے کر بازار میں جاتے اور غلہ خریدتے ابن عمر ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ملتے تو کہتے ہمیں بھی شریک کر لو کیونکہ نبی ﷺ نے تمہارے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے وہ انہیں شریک کر لیتے کبھی یہ پورا اونٹ نفع میں پاتے اور اسے گھر بھیج دیتے۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں جب کسی نے کسی سے کہا کہ مجھے شریک کر لو اور جو چپ رہا تو وہ آدھے حصّے کا شریک ہو گیا۔ چنانچہ ان آیاتِ قرانیہ اور احادیثِ نبویہ سے شرکت کا جواز ملتا ہے۔

شرکت کی اقسام

علما و فقہا نے شرکت کو دوسری اقسام میں تقسیم کیا ہے: شرکتِ ملک اور شرکتِ عقود

شرکت ملک کی تعریف میں مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ چند شخص کسی ایک شے کے مالک ہوں، اور ان میں باہم عقد شرکت طے نہ ہوا ہو۔

شرکتِ ملک کی دو اقسام ہیں: (۱) جبری (۲) اختیاری۔

اختیاری ہے کہ چند شرکا کے فعل و اختیار سے شرکت ہوئی، مثلاً یہ نیت کہ چند آدمیوں نے کوئی شے خریدی یا ان کو کسی نے ہبہ یا صدقہ کیا ہو اور انہوں نے قبول کیا یا ایک نے قصداً اپنی چیز دوسرے کی چیز میں اس طرح ملا دی کہ دونوں میں فرق کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

جبری یہ ہے کہ شرکا کے مالوں میں ان کے قصد اختیار کے بغیر ایسا خلط ملط ہو جائے کہ ایک کی چیز دوسرے کی چیز سے ممتاز نہ ہو سکے، جیسے میراث، یا اگر امتیاز ہو بھی سکے تو نہایت دقت و دشواری سے۔[19]

شرکتِ عقد

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: العقد کے معنیٰ کسی شے کے اطراف کو جمع کر دینے یعنی گرہ باندھنے کے ہیں جیسے کہ رسی کو گرہ باندھنا۔ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: شرکتِ عقد دو شریکوں کے درمیان اصل سرمائے اور منافع میں شرکت کا معاملہ کرنے کا نام ہے۔ شرکتِ عقد دو مالوں کے ایک یا ایک سے زیادہ شرکا کے درمیان اس معاہدے کا نام ہے کہ وہ دونوں کے مشترک مال سے تجارت کریں گے یا اس معاہدے کا کہ وہ دونوں مل کر کوئی کام کریں گے اور نفع ونقصان میں برابری کی بنیاد پر شریک ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایک کہے کہ میں فلاں حصّے میں تیرا شریک ہوں اور دوسرا شخص قبول کرلے اس عقد میں نفع میں کمی نہیں کے ساتھ معاملہ بھی ہو سکتا ہے لیکن نقصان راس المال کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔[۲۰]

شرکتِ ملک میں کوئی بھی چیز دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے درمیان خریدار، ہبہ، وصیت، وراثت کے ذریعے ملکیت میں آجائے اور مال اس طرح سے مل جائیں کہ ان میں تفریق اور امتیاز کرنا ممکن نہ رہے۔

شرکتِ عقد کی چند قسمیں ہیں: شرکت بالعمل، شرکتِ وجوہ، پھر ہر ایک کی دو اقسام ہیں: (۱) شرکتِ مفاوضہ (۲) شرکتِ عنان

شرکتِ مفاوضہ

دو یا دو سے زیادہ اشخاص مل کر کاروبار کریں اور یہ معاہدہ کریں کہ دونوں کا سرمایہ برابر ہو اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دین میں بھی مساوات ہو اور دونوں میں سے ہر ایک تمام ضروری کاموں مثلاً خرید و فروخت میں ایک دوسرے کے ذمّے دار ہوں گے۔ گویا دونوں شرکا امورِ متعلقۂ شرکت میں ایک دوسرے کے وکیل ہیں۔

شرکتِ عنان

شرکتِ عنان یہ ہے کہ دو اشخاص تجارت کی مختلف چیزوں میں کسی ایک شے کی تجارت مشترکہ طور پر کریں پھر ہر قسم کے مال تجارت میں شریک ہوں، مگر ہر ایک دوسرے کا ضامن نہ ہو صرف دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل ہوں، شراکت عنان میں یہ شرط ہے کہ ہر ایک ایسا ہو جو دوسرے کو وکیل بناسکے۔

شرکت بالعمل

شرکت بالعمل یہ ہے کہ دو کاریگر لوگوں کے پاس سے کام لائیں محنت مزدوری کریں، شرکت میں کام کریں اور جو مزدوری ملے اُسے آپس میں بانٹ لیں، اس قسم کی شرکت میں لازمی نہیں کہ دونوں کاریگر ایک ہی کام کے ماہر ہوں، بلکہ دو مختلف کاموں کے کاریگر بھی باہم شرکت کرسکتے ہیں۔ اس شرکت کو شرکت بالابدان اور شرکت تقبل و شرکت صنائع بھی کہتے ہیں۔

شرکت وجوہ

شرکت وجوہ یہ ہے کہ دونوں بغیر مال لے کہ عقد کریں کہ اپنی وجاہت اور قابلیت کی بنا پر دکانداروں سے ادھار مال لائیں گے اور مال بیچ کر ان کے دام دیں گے اور جو کچھ بھی بچے گا وہ دونوں آپس میں بانٹ لیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں اور عقدِ شرکت

مولانا احمد رضا نے مشترکہ کاروبار سے متعلق امّتِ مسلمہ کے لیے راہنمائی پیش کی ہے اور ان میں موجود قباحتوں، حرام و ناجائز صورتوں کا جس طور سے رد کیا اور جواز کی صورتوں کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش یقیناً تحقیق کے میدان میں خصوصیت وانفرادیت کی حامل ہے۔

مشترکہ کاروبار کی صورتوں میں جو طریقہ صدیوں سے رائج ہے وہ شرکت کا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور صورت مضاربت کی ہے۔ شراکت و مضاربت کی بنا پر کاروبار کے لیے جاتے تھے اور عہدِ حاضر میں بھی رائج ہیں۔ عموماً غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ اس صحیح مفہوم سے ناواقفیت ہے جو شرکت کا ہے۔ شرکت و مضاربت بلاشبہ مشترکہ کاروبار کی شکلیں ہیں مگر دونوں ہی انہی نوعیت، شرائط، اقسام، کاروبار میں ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ اسی طرح عاریت (ادھار)، امانت، ہبہ (گفٹ) کے معاملات الگ ہیں۔ ایک عقد کا حکم، شرط، دوسرے عقد پر لاگو نہیں ہوتا، ہر ایک دوسرے سے مختلف وجداگانہ ہے اور شرعاً الگ شرائط ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ بصورت دیگر معمولی سی نافہمی کی وجہ سے عقد حرام و ناجائز ہوجاتا ہے۔

مولانا احمد رضا نے اپنے دور میں اسی غلط فہمی کو دور کرنے کی

بھرپور سعی کی اور ہر کاروبار، معاملے، سے متعلق تحقیقات کو اس انداز سے واضح کیا کہ ان میں کسی قسم کا شبہ و گنجائش باقی نہ رہا، جس کا اندازہ آپ کی نادر تحقیق سے ہوتا ہے، کہ نہ صرف حرام وناجائز صورتوں کا ازالہ کیا بلکہ ساتھ ہی متبادل صورتوں کو بھی پیش کیا۔

مولانا احمد رضا شرکت کے اصول کو واضح انداز میں بیان کرتے ہیں کہ شرکت کے طور پر کیا جانے والا کاروبار اس بات کا متقاضی ہے کہ شرکا نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایک شریک اپنے لیے نفع کی کوئی مقدار معین کرے وہ شرکت نہیں ہوگی، مثلاً اگر ایک سرمائے سے تجارت ہوئی اس میں سو اور حصّے دار شریک ہوئے ہر حصّے دار کے لیے دس دس روپے بطورِ نفع کے مقرر ہونے اور اسی سال ایک ہزار کا نفع ہوا تو یہ ہزار روپے سے سو حصّے دار لیں گے یہ شرکت نہیں کیونکہ یہاں نفع انہی سو حصّے داروں کا حق نہیں بلکہ ان تمام شرکا کا ہے جو اس کاروبار میں شریک ہوئے۔ دوسری صورت یہ ہوئی کہ اگر پانچ ہزار نفع کے ہوئے تو ان نصف دینے والوں کو پانچواں حصّہ ملا اور ان دوچند والوں کو چہار چند، یہ مظلوم ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے، بلکہ اصل اصول یہی ہے کہ سو اشخاص نے تجارت کی اور نفع ہزار ہو تو سب شرکا کے حصّے دس دس ہی مقرر ہوں گے اور پانچ سو ہوں تو سب پانچ پانچ کے حق دار ہوں گے اور نفع دو ہزار کا ہو تو سب شرکا کے طبقے بیس بیس مقرر ہوں گے۔ اگر نفع نہ ہو تو سب کو برابری کی سطح پر کچھ نہیں ملے گا۔ بلکہ نفع میں برابری کے ساتھ نقصان میں بھی سب برابر کے حصّے دار ہوں گے۔ شریعت کا تقاضا یہی ہے اور شرکت کی یہی صحیح صورت ہے۔[۲۱]

مولانا احمد رضا نے شرکتِ ملک سے متعلقہ مسائل کی وضاحت بھی بیان فرمائی، یعنی مشترکہ مکان، مشترکہ اراضی، وراثت میں جو اشیا مشترکہ ملکیت کی ہوتیں ہیں اور ورثا کے مابین تقسیم نہیں ہوتیں ان کے بارے میں عموماً یہ رواج ہے کہ گھر کے سربراہ کے وفات پا جانے کے بعد ورثا اپنے میں سے کسی ایک کو تمام اختیارات کا مالک بنادیتے ہیں وہ اپنی مرضی سے جائیداد میں تصرف کرتا ہے۔ مولانا احمد رضا فرماتے ہیں کہ ایسی مشترکہ ملکیت کو جو ورثا کے مابین بغیر تقسیم کے ہو ایک وارث جو دوسرے تمام ورثا کا وکیل ہوتا ہے اپنی مرضی سے جائیداد میں تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کا تصرف کرنا دوسرے ورثا کی اجازت پر منحصر ہوتا ہے۔[۲۲]

مزید براں مشترکہ جائیداد میں کوئی ایک شریک اپنے روپے سے تعمیر کروائے تو وہ دیگر ورثا کی رضامندی سے کرواسکتا ہے۔ دوسری صورت میں اس شریک کی مدد کے طور پر کوئی دوسرا وارث اس تعمیر میں اپنا حصّہ بھی لگادے۔ اس وقت یہ تصریح ضروری ہے کہ آیا اس شریک نے یہ روپیہ بطور قرض دیا ہے یا گفٹ کے طور پر۔ ظاہر ہے گفٹ کے طور پر دی گئی رقم واپس نہیں ہوسکتی البتہ قرض دیا ہے تو وہ شریک اس دوسرے کو وہ قرض ادا کرے گا۔[۲۳]

مولانا احمد رضا اس بات کی وضاحت بیان کرتے ہیں جو طریقہ عموماً رائج ہے کہ مورث کے وفات پا جانے کی صورت میں اس کے اموال و دیہات ومکاناتِ ورثا کے مابین تقسیم نہیں ہوتے بلکہ مشترکہ ہی شریک رہتے ہیں اور کچھ وارث باقی ورثا کی رضامندی سے ان میں تصرف کرتے ہیں۔ اصل میں یہ شرکت کا عقد نہیں ہے، بلکہ یہ شرکتِ ملک ہے۔[۲۴] مولانا احمد رضا نے شرکتِ ملک کی جو تعریف کی ہے وہ پچھلے صفحات میں گزرچکی ہے، جس کے مطابق چند اشخاص کسی مشترکہ گزشے کے مالک ہوں اور ان میں شرکت کا عقد طے نہ ہوا ہو؛ لہٰذا یہ شرکت کا معاہدہ نہیں بلکہ سب ورثا میں شرک ہے یہ شرکتِ ملک ہے۔

خلاصۂ تحقیق

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام نے شرکت کی بنا پر کیے جانے والے کاروبار سے متعلق راہنمائی کی ہے۔ کاروبار کی یہ شکل بلاشبہ قدیم ہے۔ مولانا احمد رضا نے اس کاروبار سے متعلق تحقیقات بیان کی ہیں جن سے راہنمائی حاصل کر کے دورِ حاضر میں اس شرکت کے کاروبار کو بہتر انداز سے کیا جاسکتا ہے۔

نتائج

(۱) شرکت دو یا دو سے زائد افراد کے مل کر کاروبار کرنے کو کہتے ہیں جس میں افراد نفع ونقصان کی ذمّے داری قبول کرتے ہیں۔ عموماً نفع کی مقدار متعین کرنا یا چند کو حصّہ زیادہ ملنا اور چند شرکا کو کم، یہ شرکت کی صورت نہیں ہے۔

(۲) موجودہ دور میں مشترکہ کاروبار کی کئی ایک شکلیں رائج ہیں جن میں ایک مشترکہ سرمایہ کمپنیاں ہیں۔

(۳) مولانا احمد رضا نے شرکت کے صحیح مفہوم کی نشان دہی کی اور شرکتِ ملک کو واضح انداز میں بیان کیا کہ یہ شرکت ملک الگ ہے اس کا عقدِ شرکت سے کوئی تعلق نہیں۔

عملی اطلاق

کاروبار مختلف شکلوں کا ہوسکتا ہے: ایک انفرادی، دوسرا مشترکہ۔ مشترکہ کاروبار میں عموماً دو سے زیادہ لوگ انوسٹ (Invest) کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں مشترکہ کاروبار کی ایک بڑی مثال "مشترکہ سرمائے کی کمپنیاں" (Joint Stock Companies) ہیں۔ یہ بڑی نوعیت کا بزنس ہوتا ہے جس کو چلانے کے لیے ایک بڑے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشترکہ سرمایہ کمپنی، یا شیئرز کاروبار میں شراکت کی جدید اور نئی صورت ہے۔ کمپنی کے شیرز دو طرح کے ہوتے ہیں: (۱) ترجیحی حصص، (۲) مساواتی حصص۔ ترجیحی حصص والے شیئرز دار صرف نفع میں شریک ہوئے ہیں نقصان میں نہیں اور ان کو ان کے جمع کیے ہوئے روپے پر ایک طے شدہ نسبت سے نفع دیا جاتا ہے۔ خواہ کمپنی کو اپنی تجارت میں نفع ہو یا نقصان۔ مساواتی حصص کے شیئرز دار اپنے حصّے کے تناسب کے لحاظ سے نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوتے ہیں انھیں نفع اسی صورت میں دیا جاتا ہے جب کمپنی کا کاروبار نفع میں چل رہا ہو۔[۲۵]

جیسے کہ بیان کیا گیا کہ شرکت کا کاروبار نفع و نقصان کی بنیاد پر طے پاتا ہے اور نفع کا تعین برابر کی سطح پر ہوتا ہے۔ اصولاً شریعتِ مطہرہ نے جس انداز سے مشترکہ کاروبار کی اجازت دی ہے جن میں شرکت ایک ہے، اس کے اصول و ضوابط بھی متعین کیے۔ مولانا احمد رضا نے اس بات کی صاف وضاحت فرمادی، (جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا) کہ شرکت کا معاہدہ نفع و نقصان میں برابر شریک ہوتا ہے، اب تک مشترکہ سرمایہ کی کمپنی کا جو تعارف پیش کیا اس میں جو شیرز دو طرح کے ہیں ان میں سے ایک طریقہ تو مکمل شرعِ مطہرہ کے مخالف ہے دوسرا جو قرض سود پر دیا جاتا ہے وہ سراسر حرام و ناجائز ہے۔

پاکستان میں جتنے کاروبار بھی شراکت کی بنیاد پر طے پاتے ہیں، ان کی نگرانی، قانون شراکت مجریہ ۱۹۳۲ء کرتا ہے۔[۲۶]

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان قوانین کا از سرِ نو جائزہ لے کر ان کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالا جائے۔

مصادر و مراجع

۱۔ التعریفات، سید شریف بن علی بن محمد الجرجانی، ص ۱۶۵، دارالکتب العربی، القاہرہ، ۲۰۰۲ء
۲۔ القاموس، محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، ص ۱۹۵، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء
۳۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، ج ۱۱، ص ۷۰۰، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۴۔ القرآن الکریم، ۲ / ۲۲۰
۵۔ ایضاً، ۴ / ۱۲
۶۔ ایضاً، ۳۸ / ۲۴
۷۔ ایضاً، ۱۸ / ۱۹
۸۔ ایضاً، ۲۰ / ۲۹، ۲۲
۹۔ ایضاً، الزمہ / ۳۹: ۲۹
۱۰۔ ایضاً، انفال / ۴۱
۱۱۔ صحیح بخاری، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہٖ
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ ایضاً
۱۴۔ السنن ابی داود۔
۱۵۔ المستدرک علی العدحسین، ۲: ۶۰، رقم ۲۳۲۲
۱۶۔ سنن النسائی، کتاب البیوع
۱۷۔ سننِ ابو داؤد، کتاب الارب، باب کرادویۃ المراء
۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب المزرعۃ
۱۹۔ نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب الشرکۃ
۲۰۔ بہارِ شریعت، امجد علی اعظمی، ۲، ۱۲، ضیاء القران پبلی کیشنز، لاہور
۲۱۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا بریلوی (مع تخریج و ترجمہ و عربی عبارات) ج ۱۷، ص ۳۷۳، رضا فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء
۲۲۔ ایضاً، ۱۶، ۱۰۰
۲۳۔ ایضاً، ۹۹
۲۴۔ ایضاً، ۱۰۷
۲۵۔ شیرز کا کاروبار، مفتی محمد نظام الدین رضوی، ص ۳۶، رومی پبلیکیشنز، لاہور
۲۶۔ قانون شراکت داری مجریہ ۱۹۳۲ء (انگریزی)

تحریکِ پاکستان میں مولانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمد حسن امام (وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی)

ملّتِ اسلامیہ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا علمائے حق اور مشائخ نے اس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ جب بھی اسلام اور اس کے شعائر کے خلاف کسی نے ہرزہ سرائی کی تو اُنہوں نے للکارا۔ چاہے وہ غیر ملکی تسلّط سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی تحریک ہو یا اسلامی مملکت کے حصول کی جدوجہد، ہمارے اسلاف اور ان کے لاکھوں عقیدت مندوں نے اپنے خونِ جگر سے ایسی تحریکوں کو پروان چڑھایا اور اس کے ثمرات سے قوم کو فائدہ اُٹھانے کا موقع فراہم کیا۔

جب سے برِّصغیر پر فرنگی اقتدار نے پیر جمائے۔ ٹھیک اسی وقت سے آزادیِ وطن کے مشن کا بھی آغاز ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں علامہ فضلِ حق خیر آبادی، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد شاہ مدراسی، سعید وہاج الدین مراد آبادی، مولانا نقی علی خان بریلوی (والد ماجد حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی) اور مولانا رضا علی خان (جدِّ امجد مولانا احمد رضا خاں بریلوی) جیسے بے شمار اکابر علما و مشائخ اور ان کے ارادت مندوں نے انگریز سامراج کا تختہ اُلٹنے میں جو بیش بہا قربانیاں دیں ان کے بغیر جنگِ آزادی اور تحریکِ پاکستان کا تصوّر بھی ممکن نہیں۔[۱]

تحریکِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء محض ایک وقتی اور ہنگامی جذبہ نہ تھا بلکہ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ایک منظم پروگرام کی بنیاد تھی، جس نے آگے چل کر تحریکِ پاکستان کا روپ دھارا۔ تحریکِ پاکستان یہ وہی تحریک ہے جسے حضرت شیخ احمد سرہندی مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرگرمی سے عہدِ اکبری میں قیدوبند کی صعوبتیں جھیل کر آگے بڑھایا، جس کی حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی خاموش تائید کی، جسے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد زندہ رکھنے کے لیے شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی اور اُن کے فرزندِ ارجمند شاہ ولی محدث دہلوی، مولانا رضا علی خان جیسے اکابر نے دن رات ایک کر دیا اور اس تحریک کو آگے بڑھایا۔

عہدِ اکبری میں جب غیر مسلم اکثریت نے حکومتِ اسلامیہ پر چھا جانے کی کوشش کی اور اسلام کے خلاف محاذ قائم کیا تو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر سخت جدوجہد کی۔[۲] یہ وہی نظریہ ہے جو قرآن حکیم نے پیش فرمایا:

"لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ"[۳]

ترجمہ: "تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین"

حضرت شیخ احمد سرہندی کی پیروی کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "دو قومی نظریہ" کا احیا کیا یعنی اس کو دوبارہ زندہ کیا اور اس میں جان ڈال دی۔ رائے محمد کمال، لاہور نے اپنے ایک مقالے میں انکشاف فرمایا ہے کہ "حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے ایک جلسے میں دو قومی نظریہ پیش کیا[۴] اور اس ضمن میں تحریری دستاویز ۱۹۲۰ء میں پیش کی، اور دو قومی نظریہ یہ وہی نظریہ ہے جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔[۵]

عہدِ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کا ماضی قریب اور مستقبل قریب، جو ایک صدی پر پھیلا ہوا ہے، انقلابات کا دور تھا حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ انقلاب ۱۸۵۷ء سے ایک سال قبل یعنی ۱۸۵۶ء میں روہیل کھنڈ کے ایک معزز خاندان بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تحریکِ ترکِ موالات کے ہنگامی دور میں مورخہ ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو آپ کا انتقال حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ۶۵ سالہ زندگی میں جو علمی، دینی، ملی اور سیاسی خدمات انجام دیں وہ تاریخ میں نمایاں طور پر سنہری حروف سے رقم کرنے کے لائق ہیں۔[۶] افسوس کہ آج تاریخ جس انداز میں پیش کی جارہی ہے اس میں تعصب کا عنصر نمایاں ہے۔ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کے شہرۂ آفاق مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، سابق شیخ الجامعہ کراچی نے ایک محفلِ عام میں برملا فرمایا کہ " اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تاریخ میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب یک طرفہ ہے۔"[۷]

ادارۂ تحقیق تاریخ و ثقافت پاکستان، اسلام آباد کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر اسلم نے بھی ۱۹۹۴ء کو اسلام آباد میں ہونے والی ایک ایسی علمی مجلس میں اس حقیقت کا برملا اظہار فرمایا جس کی صدارت پاکستان کے سب سے بڑے قانون ساز ادارۂ قومی اسمبلی کے اسپیکر فرما رہے تھے: " اصل حقائق کو مسخ کرنا، یہ تاریخ کا المیہ ہے۔ یہ تاریخ نگاری کا المیہ ہے۔ یہ اسلاف سے بے وفائی اور آنے والی نسلوں سے دھوکہ اور بغاوت نہیں تو کیا ہے۔ مشاہرہ پاکستان کہ جس پر تحریکِ پاکستان چلی اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام ممکن ہوا اس کو اگر وسیع نظر سے دیکھا جائے تو حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خلفاء و تلامذہ اور معتقدین کے گہرے نقوش جابجا نظر آتے ہیں۔[۸]

تاریخی کتابوں کے مطابق ۱۸۸۴ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۰۵ء میں تحریکِ ریشمی رومال کا آغاز ہوا، اسی زمانے میں جمعیت انصار الاسلام قائم ہوئی۔ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں جنگِ طرابلس ہوئی۔ ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں تحریکِ خلافت شروع ہوئی۔ اسی سال جمعیت العلماء ہند بنی۔ ۱۹۲۰ء میں گاندھی جی نے تحریکِ ترکِ موالات شروع کی۔[۹] اس تحریک کا مقصد انگریزوں کا بائیکاٹ کر کے ان پر دباؤ ڈالنا اور ہندوستان کی آزادی کے لیے راستہ ہموار کرنا تھا۔ اسی زمانے میں تحریکِ ہجرت اور تحریکِ گاؤ کشی چلی۔ ان تمام تحریکوں کا مقصد مسلمانوں کو کمزور سے کمزور کرنا تھا۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دور بین نگاہ ان تحریکوں کے مضمرات کو دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ " دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے: اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو، دوم یہ نہ ہو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے، سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخری درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔"[۱۰]

تحریکِ خلافت کے ذریعے ہندوستان کے بے دست و پا مسلمانوں کو انگریزوں سے لڑا کر ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ تحریکِ ہجرت میں مسلمانوں کو ہندوستان سے جلا وطن کر کے دور رکھنے کی کوشش کی گئی۔ تحریکِ ترکِ موالات میں مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کچھ لٹا کر عاجز اور کمزور بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے دشمنانِ اسلام کے تینوں عزائم ان تحریکوں میں نمایاں جھلک رہے تھے۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے معاشی استحکام کے لیے رسالہ " تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح" پیش کیا۔ سیاسی استحکام اور دو قومی نظریے کے پرچار کے لیے ۱۹۲۰ء میں معرکۃ الآرا دستاویز بصورتِ رسالہ "دوام العیش فی الائمۃ من قریش" پیش کر کے رہنمائی کی۔ تحریکِ ترکِ گاؤ کشی کے رد میں رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" پیش کیا۔[۱۱]

برِّ صغیر پاک و ہند میں نظریۂ قومیت کی جو بحث چلی تھی کچھ علما متحدہ ہندو مسلم قومیت کے حامی تھے اور کچھ جُداگانہ قومیت کے۔ تقسیمِ ہند سے پہلے برِّ صغیر میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلویؒ نے بڑی شدومد کے ساتھ مسلمانوں کی جُداگانہ قومیت کا تصوّر پیش کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں کے اہلِ علم اور اہلِ فکر میں اس طرح کی آواز کسی سمت سے بھی نہیں اُٹھی تھی۔ اس وقت صرف انڈین نیشنل کانگریس کا دیا ہوا آزادیِ ہند کا ایک تصوّر تھا، جس کے تحت بڑے بڑے علما اور مفکرین اور سیاسی لیڈر برطانوی سامراج کے تسلّط سے سرزمین ہند کو آزاد کروانے کے لیے متحدہ جدوجہد میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ وہ ہندو مسلم متحدہ قومیت کا پرچار کرنے لگے تھے۔

اس سے کس کو انکار ہے کہ پاکستان دو قومی نظریے کے تحت وجود میں آیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے حالات میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریے کا پرچار کیا، جب کہ ابتدا میں قائدِ عوام اور شاعرِ مشرق بھی اس چیز سے غافل تھے۔ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کے ممتاز ادیب و دانشور سابق سینٹر، سابق وفاقی وزیر، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان، مولانا کوثر نیازی مرحوم فرماتے ہیں: "حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اُٹھائی جب علامہ اقبال شاعرِ مشرق اور قائدِ اعظم بھی اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر تھے۔"

دیکھا جائے تو دو قومی نظریے کے عقیدے میں حضرت مولانا

شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی، پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ حاصل ہوتا اگر حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔ (۱۲)

پاکستان کے مشہور مؤرخ خواجہ رضی حیدر (ڈائریکٹر قائدِ اعظم اکادمی کراچی) نے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ و خلیفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی غالباً پہلے عالمِ دین ہیں جنہوں نے واشگاف الفاظ میں تقسیمِ ہند کی تجویز ان الفاظ میں پیش کر کے پاکستان کا مطالبہ کیا:
"ملک تقسیم کر کے ہندو مسلم علاقے تشکیل دیے جائیں ہر علاقے میں اس علاقے والے کی حکومت ہو۔" (۱۳)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ دو قومی نظریے کے تحت یہ تجویز پیش فرمائی اور پھر اس تحریک کو تیز کرنے کے لیے ۱۹۳۵ء میں ایک تنظیم "الجمعیتہ العالیۃ المرکزیۃ" کی بنیاد ڈالی۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۰ء میں دو قومی نظریے کی دستاویز المحجتہ المؤتمنہ کی صورت میں پیش کی اور اس کے ایک سال کے بعد ۱۹۲۱ء میں وہ رحلت فرما گئے مگر اپنے پیچھے وہ ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے اس مشن کو آگے بڑھایا بلکہ یہ جماعت آپ کی حیات ہی میں سرگرم ہو گئی تھی۔ اس جماعت نے ستر سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ ترکِ موالات کے حامی علما کو پیش کیا تھا۔ (۱۴)

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر سیّد سلیمان اشرف (صدر شعبۂ دینیات) نے مسئلۂ ہند و مسلم متحدہ قومیت پر صدرِ جمعیت العلماءِ ہند مولانا ابو الکلام آزاد سے مذاکرات کیے اور ۱۹۲۰ء کے ایک جلسۂ عام میں جو جمعیت کے زیرِ اہتمام بریلی میں ہو رہا تھا اپنے موقف کا بیباکانہ اظہار کیا۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مولانا محمد علی جوہر سے ملاقات کر کے اُنہیں مشرکینِ ہند کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط و اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ مولانا موصوف نے ترکِ موالات کے نتیجے میں ہونے والی ہندو مسلم اُخوّت کے خلاف دو مقالات بھی لکھے جو ماہنامہ "السواد اعظم" کے شمارۂ شوال ۱۳۳۸ء سن ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئے جب کہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی حیات تھے۔ (۱۵)

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر منقسم ہندوستان کے اس پر آشوب دور میں جب کہ متحدہ ہندوستان اور متحدہ ہندو مسلم قومیت کے نعرے بلند کیے جا رہے تھے اپنے اور بیگانوں کی ملامت کی پروا کیے بغیر بڑی جرأت و ہمّت کے ساتھ ایک نیا خیال اور ایک نیا نظریہ پیش کیا یہ وہ جذباتی دور تھا جب کہ انگریز کے حق میں بولنا اس کے خلاف بولنے سے کہیں زیادہ آسان تھا۔ لیکن پھر بھی پاکستان کے ایک قلم کار پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری(ف) نے ایک جگہ یہ عجیب اظہارِ خیال فرمایا:
"انگریز نے توڑ کے لیے اپنی تائید میں جوابی فتوے تیار کرائے۔ یہ بات خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ اس زمانے میں مولانا اشرف علی تھانوی (۱۹۴۳ء) اور حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی (۱۹۲۱ء) ہر دو مختلف الخیال علما نے ترکِ موالات کے خلاف علیحدہ علیحدہ فتوے دیے جو انگریزوں کے ایما سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیے گئے۔" (۱۶)

یہ وہ زمانہ تھا جب ترکِ موالات کے خلاف آواز اُٹھانا خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف تھا مگر حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نے اظہارِ حق میں ملامت کرنے والوں کی پروا نہ کی اور فقیہانہ شان کے ساتھ اپنے فیصلے صادر فرمائے اور بالآخر جو کچھ فرمایا تھا سچ ثابت ہوا۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نے ترکِ موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد جو وطنیت پرستی اور دین سے بے خبری پر مبنی تھا کی سخت مخالفت فرمائی۔ جب طوفانِ جنون ختم ہوا اور آنکھیں کھلیں تو وہی سچا منظر آیا جس کو کل تک جھوٹا کہا گیا تھا۔

کانگریس کا منشا یہ تھا کہ ملّی امتیازات کو خیر باد کہہ کر "ہندوستانیت" میں گم ہو جاؤ یہاں تک کہ مسلم مفکرین راہنما (میری مرادِ قائدِ اعظم اور علامہ اقبال سے ہے) ابتدا میں ایک قومی نظریہ کے حامی تھے مگر بعد میں اچانک اپنا رُخ موڑتے ہیں اور ایک قومی

نظریہ کی مخالفت پر کمربستہ ہوکر دو قومی نظریہ کی پوری پوری حمایت فرماتے ہیں۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد ہندو مسلم عوام اتحاد وعدم موالات پر تھی۔ یہ وہی نظریہ ہے جس کی حفاظت کے لیے حضرت مجددِ الف ثانی اور حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں۔[۱۷]

المختصر اس دور میں حالات نے ایسی نزاکت اختیار کرلی تھی کہ برِّصغیر میں مسلمانوں کی ملّی وحدت کو فنا کرنے کی کوشش آل انڈیا کانگریس کے تعاون سے چلائی جانے والی تحریکِ ترکِ موالات اور مسلمانوں کے تعاون سے چلائی جانے والی تحریکِ ترکِ گاؤکشی اور تحریکِ ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے کی گئی۔ یہ تحریکیں برِّصغیر میں چودھویں صدی کے آغاز میں پورے شدومد کے ساتھ چلیں اور اکثر مسلمان علما اور سیاست داں کانگریس لیڈر مسٹر گاندھی کے ہمنوا بن کر میدان میں آئے۔ اس نازک دور میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی آگے بڑھے اور مؤثر دلائل سے ان تمام تحریکوں کو "اسلام دشمن" اور "مسلمان دشمن" ثابت کرکے علماءِ حق کی رہنمائی فرمائی اور مسلمان سیاستدانوں کی آنکھیں کھول دیں۔ چنانچہ آپ کے فتوے کی اشاعت کے بعد اکابرینِ ملّت اور سیاستداں نے اپنے سیاسی ردِّ عمل کا جائزہ لیا اور ان تحریکوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور مسلمانوں میں جُداگانہ قومیت کا احساس اُبھرنے لگا جو حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور ان کے زیرِ اثر علماءِ حق کی مساعی کا مرہونِ منّت ہے۔

بہر کیف حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے زیرِ اثر علما کی کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برِّصغیر کی تقسیم اور مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کا تصوّر سامنے آیا جو بعد میں ایک ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کرگیا۔ اس تحریک میں آل انڈیا سنّی کانفرنس (۱۹۲۵ء) کے جھنڈے تلے حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی کے تلامذہ اور خلفا اور علماءِ حق مسلمانوں کے لیے آگے بڑھے اور پھر حصولِ پاکستان کی تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچایا۔ ان حضرات کے سامنے پاکستان کا جو عظیم تصوّر تھا آج وہ خواب وخیال بن کر رہ گیا۔ ہم کسی اور ہی راہ پر چل نکلے۔ آج جس پاکستان میں ہم زندگی بسر کررہے ہیں وہ ہمارے ان بزرگوں کے خواب سے بہت مختلف ہے۔ اُنہوں نے اسلام کی بات کی تھی مگر آج اُوپر سے لے کر نیچے تک ہمارے مزاج میں اسلام ہی نہیں اور سب کچھ ہے۔

جب تک ہمارے اندر نفاذِ اسلام کے لیے سچا اور سرفروشانہ جذبہ پیدا نہ ہوگا ہم اس پاکستان کی تعمیر نہ کرسکیں گے جس کے لیے ہمارے بزرگوں نے تن، من، دھن کی بازی لگادی تھی، جس کے لیے ہزاروں مسلمان خون کے دریا میں بہہ گئے، ہزاروں عورتوں کی ناموس وعزّت خاک میں ملادی گئی، ہزاروں لاکھوں بچے نیزے کی نوکوں پر چڑھادیے گئے۔ کاش ہم ماضی کے ان خوں چکاں شب وروز کو یاد کرکے اپنے حال کی تعمیر میں لگ جائیں۔ اسلام سے بے وفائی اور جفاشعاری کا راستہ چھوڑ کر اس کے شعار بن جائیں اور پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنائیں۔ "آمین"

حوالہ جات

(۱) محمد صادق قصوری، اکابرِ تحریکِ پاکستان، ص: ۱۰، لاہور۔
(۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرتِ مجدد الف ثانی، کراچی۔
(۳) القرآن حکیم۔ سورۃ الکافرون، آیت:۶۔
(۴) معارفِ رضا، سالنامہ، شمارہ نہم، ۱۹۸۹ء، کراچی۔
(۵) ماہنامہ فیضِ رضا، لائل پور، شمارہ مارچ، ۱۹۷۴ء۔
(۶) علامہ ظفر الدین بہاری، حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلدِ اوّل، بریلی، انڈیا۔
(۷) ہفت روزہ افق مقالہ، محمد مسعود احمد، کراچی۔
(۸) مولانا احمد رضا نفرنس، ۱۹۹۴ء، اسلام آباد۔
(۹) تحریکِ آزادیِ ہند اور السواد الاعظم، ڈاکٹر مسعود احمد، لاہور۔
(۱۰) دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی، لاہور۔
(۱۱) فاضلِ بریلوی اور تحریکِ پاکستان، ڈاکٹر مسعود احمد، کراچی۔
(۱۲) روزنامہ جنگ، اخباری کالم، ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء، پنجاب۔
(۱۳) روزنامہ جنگ، (پ۔ر) ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء، کراچی۔
(۱۴) فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات۔ ڈاکٹر مسعود احمد، لاہور۔
(۱۵) تحریکِ آزادیِ ہند اور السواد الاعظم، ڈاکٹر مسعود احمد، لاہور۔
(ف) پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔ بریلی میں پیدا ہوئے۔ استاد، اردو کالج، کراچی، تحریکِ پاکستان کے حوالے سے تحریری وتحقیقی کام کیا۔
(۱۶) فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات، ڈاکٹر مسعود احمد، لاہور۔ ص:۷۵۔
(۱۷) فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات، ڈاکٹر مسعود احمد، لاہور۔

***

دیوانِ حافظ کی پہلی غزل پر تضمینِ رضا

طاہرہ سلطانہ (ریسرچ اسکالر، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، پاکستان)

امام احمد رضا کی اُردو اور عربی زبان و ادب میں خدمات پر تحقیقات میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے مگر اب تک آپ کی فارسی زبان و ادب میں خدمات پر باقاعدہ تحقیق نہیں ہو سکی۔ محترمہ طاہرہ سلطانہ نے ادبیاتِ فارسی میں امام احمد رضا کی خدمات پر تحقیق کو اورینٹل کالج (پنجاب یونیورسٹی) کے شعبۂ فارسی میں ایم فل کی سطح پر مقالے کا موضوع بنایا ہے۔ پیشِ نظر تحریر میں مقالہ نگار نے خواجہ حافظ شیرازی کے کلام پر امام احمد رضا کی تضمین کا جائزہ لیا ہے۔ (عبید)

تعارفِ خواجہ حافظ شیرازی

تاریخِ شاعری کا کوئی واقعہ اس سے زیادہ افسوس ناک نہیں ہو سکتا کہ خواجہ حافظ کے حالاتِ زندگی اس قدر کم معلوم ہوں کہ تشنگانِ ذوق کے لب بھی تر نہیں ہو سکتے۔ بہر حال خود حافظ کے کلام میں جابجا واقعات کے اشارے ہیں۔ ان سب کو ترتیب دے کر درج ذیل سطور میں ان کی زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے، لیکن دراصل یہ تصویر نہیں بلکہ خاکہ اور زیادہ سچ یہ ہے کہ خاکہ بھی نہیں بلکہ محض چند لکیریں ہیں۔

خواجہ صاحب کے دادا اصفہان کے مضافات کے رہنے والے تھے، اتابکان شیراز کے زمانے میں شیراز میں آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، خواجہ صاحب کے والد کا نام بہاء الدین تھا۔ انہوں نے یہاں تجارت شروع کی اور کاروبار کو اس قدر ترقی دی کہ دولت مندوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ قرآن مجید اور تفسیر سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ دیوانِ حافظ کے دیباچے میں لکھا ہے کہ "تفسیرِ کشاف" پر حاشیہ بھی لکھا۔ خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں:

زحافظان جہاں کس چو بندہ جمع نکرد
لطائف حکماء باکتاب قرآنی

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب قرآنِ مجید کی تفسیر میں معقول کو منقول سے تطبیق دیتے تھے۔ فنِ قرأت میں کمال تھا، اس کے ساتھ خوش آواز تھے۔ معمول تھا کہ ہمیشہ جمعہ کی رات کو مسجد کے مقصورہ میں تمام رات خوش الحانی کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھتے تھے۔ قرآنِ مجید حفظ تھا اور اس کی مناسبت سے "حافظ" تخلص رکھا تھا، قرآن دانی پر ان کو ناز تھا:

ندیدم خوش تر از شعر تو حافظ
بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری

خواجہ صاحب نے ۷۹۳ھ میں وفات پائی، مصلےٰ ان کا محبوب مقام تھا اس لیے دفن بھی وہیں ہوئے۔ خواجہ صاحب کا مقبرہ بصرفِ کثیر تیار کرایا گیا جو اب تک قائم ہے۔ ان کے نام کی مناسبت سے اس جگہ کا نام "حافظیہ" ہو گیا۔[1]

دیوانِ حافظ

خواجہ صاحب نے کمالِ ایجاز سے عاشقانہ اور عارفانہ مضامین نظم کیے ہیں۔ ان کے ہاں مولانا روم کا حکمت و تصوّف اور سعدی کا درسِ عشق ایک ساتھ نظر آتا ہے۔ آپ کے دیوان میں غزلیں ملتی ہیں۔ دو مختصر مثنویاں، ایک ساقی نامہ، چند قصاید اور ۴۲ رباعیاں اس پر مستزاد ہیں۔ آپ نے سعدی اور خواجو کی پیروی کی۔ دیوان میں کم از کم ۳۰ غزلیں سعدی کی بحر و زمین میں ہیں اور چند خواجو کے زیر اثر۔ مگر الفاظ، تراکیب، معانی آفرینی اور دلآویزی میں آپ کا کلام ازاوّل تا آخر منفرد رہے۔

دیوانِ حافظ کی اشاعتوں، تراجم اور شرحوں کی داستان بہت طویل ہے۔ فارسی ادب کا ہر طالب چند معروف کتابوں کو پڑھنے کا ضرور آرزو مند ہوتا ہے اور ان میں ایک دیوانِ حافظ ہے۔ دیوانِ حافظ سے لوگ فالیں نکالتے رہے اور اسی خاطر شاعر کا ایک لقب "لسان الغیب" ہے۔ حافظ اپنے زمانے میں خاصے محترم تھے۔ شیراز کے اینجو خاندان اور آلِ مظفر کے بادشاہوں نے ان کی کافی قدر دانی کی۔

حافظ شیرازی نے غزل کو اس مقام تک پہنچا دیا جس سے فراتر مقام تصوّر میں نہیں آتا۔ آپ کی زبان اس قدر شستہ ہے کہ آج تک پورے دیوان کا ایک لفظ بھی متروک نہیں مانا گیا۔ واقعی ان کی شاعری کو دیکھ کر خداداد نعمتیں دعوتِ نظارہ دیتی ہیں:

حسد چہ می بری ای شست نظم بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است[۲]

تعارفِ رضاؔ بریلوی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے اور نہ صرف پاک وہند بلکہ علمائے حجاز نے بھی ان کی فضیلتِ علمی کا اعتراف کیا ہے۔ علمی حلقوں میں خاصے عرصے تک ان کا مناسب تعارف نہیں کرایا گیا جس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو ان کے بارے میں مکمل آگہی نہیں تھی۔ آج بھی ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ایک مستند و مدلل سوانح جدید سوانحی تحقیقی اصولوں کے تحت لکھی اور شایع کی جائے اور آپ کے علمی کارناموں کو زیادہ سے زیادہ منظرِ عام پر لایا جائے۔[۳]

مولانا احمد رضا خاں کی ولادتِ باسعادت ۱۰ شوّال ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء روزِ شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی محلہ جسولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام "محمد" اور تاریخی نام "المختار" ہے۔ جدِّ امجد مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا اسم شریف "احمد رضا" رکھا۔ خود مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ولادت کا سنِ ہجری اس آیۂ کریمہ سے نکالا ہے:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ط (سُورَةُ الْمُجَادِلَة، آیت ۲۲)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے۔

رسمِ بسم اللہ خوانی کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ آپ نے اپنی چار برس کی ننھی سی عمر میں جب کہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بے خبر رہتے ہیں قرآنِ مجید کا ناظرہ ختم کرلیا اور چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاوّل کے مہینے میں منبر کے اوپر میلاد شریف پڑھا۔[۴] تمام درسی علومِ معقول و منقول کی تحصیل اپنے والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی سے کی۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی دن رضاعت سے متعلّق استفتا کا جواب لکھا۔ اسی دن ان کے والد ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کردیا۔ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت وخلافت اور سندِ حدیث حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے اکابر علما یعنی سید احمد زینی دحلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔[۵]

مولانا احمد رضا خاں نے تمام عمر فقہ حنفی کے مطابق فتاویٰ نویسی اور فروغ عشق رسول کی جدوجہد جاری رکھی۔ اپنے دور کی تمام اہم تحریکوں میں ایک مصلح کے طور پر بھرپور حصہ لیا۔ قلمی میدان میں آپ کی خدمات منفرد ہیں درجنوں علوم و فنون پر کم و بیش ایک ہزار تصانیف آپ کی یادگار ہیں خصوصاً کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش بہت معروف ہیں۔ آپ نے بریلی میں دارالعلوم منظرِ اسلام بھی قائم کیا جہاں سے آج بھی علم دین کی ترویج جاری ہے۔ آپ کے سینکڑوں تلامذہ وخلفا آپ کی سرپرستی میں علم و فضل کے آسمان پر چمکے۔

مولانا احمد رضا خاں نے ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ مبارک کے دن دو بج کر ۳۸ منٹ پر عین اذانِ جمعہ میں اُدھر حی علی الفلاح کی پکار سنی اِدھر روحِ پر فتوح نے داعیِ اِلی اللہ کو لبیک کہا۔ شہر بریلی شریف محلہ سوداگران میں دارالعلوم منظرِ الاسلام کے شمالی جانب ایک پیکرِ جلال بلند عمارت کے اندر آپ کا مزار پاک ہے۔ آپ کا عرس جو شریعت کا آئینہ دار ہے ہر سال ۲۴، ۲۵ صفر کو منعقد ہوتا ہے، جس میں اکناف ہند کے مشاہیر علما، خطبا و مشائخ شریک ہوکر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔[۶]

تعارفِ کلامِ رضا

جملہ علومِ عقلیہ ونقلیہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ شعر گوئی میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ آپ کا دیوان "حدائق بخشش" کے تاریخی نام سے دو حصوں میں شایع ہوچکا ہے۔ مولانا کا بیشتر کلام نعتیہ اشعار پر ہی مشتمل ہے اور بجا طور پر انہیں ایک مستقل نعت گو شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا کی فارسی شاعری حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔ اس میں ہیئت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں۔ ان اشعار کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ وہ ہر صنفِ سخن پر پوری قدرت رکھتے تھے اور شاعرانہ ذوق اور فکر وفن سے پوری طرح بہرہ ور تھے، لیکن انہوں نے اپنی صلاحیت کو صرف اپنے پسندیدہ

موضوعات تک محدود رکھا۔ اس میں ان کا یہ نظریہ تھا کہ یہ توشہ ان کے لیے زادِ آخرت اور سرمایۂ نجات بن جائے۔

رضاؔ بریلوی نے عشقِ رسول ﷺ کے تمام آداب قرآن سے سیکھے ہیں جو کبھی جادۂ ادب سے انہیں منحرف نہیں ہونے دیتے۔ ان کا کلام عشق اور تاثیر میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ رضا بریلوی کی شاعری میں ایمان کا نور، عشق کی گرمی، تقوے کی احتیاط اور علم کا زور سب کچھ ایسا ہے کہ جواب نہیں۔[۷]

"حدائقِ بخشش" رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان قرآن وحدیث کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے علم وعرفان کا پھوٹتا ہوا آبشار ہے، جس کے ہر ہر صفحے سے احکامِ شریعتِ مصطفویہ کا اظہار ہوتا ہے اور ہر ہر سطر سے عشق ومحبتِ رسول ﷺ آشکار ہوتی ہے۔ حدائقِ بخشش میں فارسی اشعار کی تعداد ۷۸۳ ہے جو غزل، قصاید، منقبت، رباعی، قطعات اور مثنوی کی صورت میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ بہت سا کلام مطبوعہ وغیر مطبوعہ متفرق تصانیف میں بھی موجود ہے۔ افسوس کہ اب تک آپ کے فارسی کلام کی جمع وترتیب پر کوئی خاطر خواہ کام نہ ہوسکا۔ رضاؔ بریلوی نے "حدائقِ بخشش" میں فارسی کلام کا آغاز خواجہ حافظؔ شیرازی کی غزل پر تضمین لکھ کر کیا ہے جو کہ ہمارے مقالے کا موضوع ہے۔

تضمین رضاؔ بر کلام حافظؔ

اَلَا یَاۤ اَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًاوَّ نَاوِلْھَا
کہ بر یادِ شہِ کوثر بنا سازیم محفلہا
بلا بارید حبِ شیخ نجدی بر وہابیہ
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا
وہابی گرچہ اخفامی کند بغضِ نبی لیکن
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا
توہّب گاہِ ملکِ ہندا قامت رانمی شاید
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا
صلائے مجلسم در گوش آمد بیں بیا بشنو
جرس مستانہ می گوید کہ بربندید محملہا
مگرداں رُوازیں محفل رہِ اربابِ سنّت رُو
کہ سالک بے خبر نبود زِراہ و رسمِ منزلہا
دریں جلوت بیا از راہِ خلوت تاخدا یابی
مَتٰی مَاتَلْقَ مَنْ تَھْوٰی دَعِ الدُّنْیَاوَاَمْھِلْھَا
دلم قربانت اے دودِ چراغِ محفلِ مولد
زِ تابِ جعدِ مشکینت چہ خوں افتادردلہا
غریقِ بحرِ عشقِ احمدیم از فرحتِ مولد
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا
رضاءِ مستِ جامِ عشق ساغر بازمی خواہد
الایا ایھا الساقی ادر کا ساً وناولھا[۸]

ترجمہ تضمین

(۱) ہاں اے ساقی جام کا دور چلا اور وہ دے جا کہ ہم شاہِ کوثر (ﷺ) کی یاد میں محفلیں سجائیں۔

(۲) شیخ نجدی کی محبت نے وہابیہ پر آفت لادی کہ عشق پہلے آسان دکھائی دیتا ہے پھر مشکلیں آپڑتی ہیں۔

(۳) وہابی اگرچہ نبی (ﷺ) سے عداوت کو چھپاتا ہے۔ وہ راز کب چھپارہ سکتا ہے جس سے محفلیں سجائی جائیں۔

(۴) ملکِ ہندوستان کی توہّب گاہ رہنے کے قابل نہیں۔ جرس فریاد کررہا ہے کہ کجاوے باندھ لو۔

(۵) مجلس کی آواز میرے کانوں میں آئی، ہاں آؤ اور تم سنو جرس مستانہ وار کہہ رہا ہے کہ کجاوے باندھ لو۔

(۶) اس محفل سے منہ نہ موڑو، اہلِ سنّت کی راہ پر چلو کہ سالک منزلوں کی رسوم ورواج سے بے خبر نہیں ہوتا۔

(۷) خلوت کی راہ سے جلوت میں آؤ تاکہ تم خدا کو پاؤ۔ جب محبوب سے تیری ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ اور اس کو ترک کردے۔

(۸) اے محفلِ مولود (ﷺ) کے چراغ کے دھوئیں! میرا دل تم پر قربان۔ تمہاری خوشبودار چوٹی کے پیچ وتاب سے دلوں میں کس طرح خون آپڑا۔

(۹) ہم جائے ولادت کی فرحت میں عشقِ احمد (ﷺ) کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ساحلوں پر ہلکے پھلکے رہنے والے ہمارا حال کیا جان پائیں گے۔

(۱۰) جامِ عشق سے مست رضاؔ، ایک بار پھر ساغرِ محبت چاہتا ہے۔ ہاں اے ساقی جام کا دور چلا اور وہ دے جا۔[۹]

تضمینِ رضا کا فنّی ولسانی پہلو

تضمین ایک مشہور شعری اصطلاح ہے۔ تضمین نگاری کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ کسی معروف مضمون یا شعر کو اپنے کلام میں جگہ دی جائے۔ شعر پر مصرعے لگانا یا بند لگانا یا مصرع پر مصرع چسپاں کرنا تضمین کہلاتا ہے۔ یہ ایک نفسی و نازک فن ہے اور تضمین نگار کا مرتبۂ کمال اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی تضمین اصل متن کے مفہوم کو کھول دے اور متن کے مضمون سے تضمین کا مضمون پوری طرح ہم آہنگ نظر آئے۔

غزلیہ اشعار کی تضمین نگاری کا ایک قابلِ لحاظ نمونہ وہ ہے جو "حدائقِ بخشش" کے دوسرے حصّے میں ملتا ہے۔ یہ کلکِ رضا سے دیوانِ حافظ کی پہلی غزل پر کہی گئی تضمین ہے۔ خواجہ حافظ کی پہلی غزل بشمول مطلع و مقطع سات اشعار پر مشتمل ہے۔ یہاں مطلع کا پہلا اور مقطع کا دوسرا مصرع عربی میں ہے۔ حضرت رضا نے بھی اس غزل کی تضمین اسی طرح کی ہے کہ مطلع کا پہلا اور مقطع کا دوسرا مصرع بہ زبانِ عربی ہوا اور اس کے لیے حافظ کی غزل کا مطلع جو مصرعِ اوّل ہے اسی سے مقطع کے مصرعِ ثانی کا کام بھی لیا ہے۔

اَلَا یٰاَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًاوَّ نَاوِلْھَا

حافظ کی غزل سات اشعار پر مشتمل ہے، جب کہ حضرت رضا کا کلامِ تضمین دس اشعار پر محتویٰ ہے اور پانچواں شعر کہا جاسکتا ہے کہ کلیتاً بصورتِ تضمین نہیں ہے۔ اس طرح یہ بات بھی نمایاں ہے کہ آدابِ تضمین کے ساتھ اشعار کی تعداد بڑھانے کی صورت میں حضرت رضا کو کئی قافیوں کا مکرر استعمال کرنا پڑا ہے۔ یہ قافیہ ناولھا، محفلہا اور محملہا ہیں۔

حضرت رضا کی تضمین میں مطلعِ حافظ کا مفہوم یوں کھول دیا گیا ہے کہ "ساقی" کی رعایت سے "شاہِ کوثر" اور جام کا دور چلنے کے مضمون سے محفل کا تذکرہ پوری طرح ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ دوسرے شعر میں "افتاد مشکلہا" کی خاص عصری وفکری معنویت اجاگر کر دی گئی ہے۔ تیسرے شعر میں "راز" کا مفہوم مصرعِ تضمین سے روشن ہو گیا ہے۔ چوتھے اور پانچویں شعر کی کیفیت یہ ہے کہ بانگِ درا کے تذکرے کی معنویت، ایک ہندوستانی مسلمان کے جذبات کے ساتھ کاروانِ حرم کی طرف موڑ دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ صدا، صدائے مجلس میں بھی بدل گئی ہے۔ یہاں حضرت رضا نے ہلکی سی ترمیم سے جس طرح "فریاد" کو صدائے مستی میں بدل دیا ہے وہ انہیں کا حصّہ ہے۔ چھٹے شعر میں مصرع تضمین سے سالک سے وقوفِ منزل کا خاص عصری مفہوم متعیّن ہو گیا ہے اور ساتویں شعر کا مضمون یوں آگے بڑھا ہے کہ محبوب سے ملاقات کا طریقہ بھی سامنے آ گیا ہے۔ آٹھویں شعر میں بہت خاص انداز سے مفہوم کے قریب آ گیا ہے اور جذبۂ فدویت کو نمایاں کر دیا گیا ہے۔ حافظ کے اصل شعر میں فلسفہ تھا، جو یہاں بہ صورتِ تضمین جذبے میں ڈھل گیا ہے۔ نویں شعر کی تضمین سے یہ کیفیت ابھری ہے کہ حافظ کے یہاں جو طنز تھا وہ سراپا دل سوزی میں بدل گیا ہے۔ مقطع میں بھی تضمین نگار کا یہ ہنر روشن ہے کہ جہاں حافظ کے مصرع میں فلسفہ تھا اسے حضرت رضا نے اظہارِ جذبات وتمنا سے بدل دیا ہے اور فلسفے پر کیفیات کی بالادستی نمایاں ہو گئی ہے۔

اس تضمین میں حضرت رضا نے مختلف محاورے، بناساختن، بلاباریدن، اخفا کردن، در گوش آمدن، روگردانیدن، راہ رفتن، بازخواستن اور مختلف تراکیب جیسے حبِّ شیخ، یادِشہِ کوثر، بغضِ نبی، توہّب گاہ، صلائے مجلس، راہِ اربابِ سنّت، راہِ خلوت، دودِ چراغِ محفل، غریقِ بحرِ عشق، فرحتِ مولد، محفلِ مولد؛ نیز روز مرّہ کا بہ خوبی استعمال کیا ہے۔[۱۰]

حوالہ جات

۱۔ شعر العجم، شبلی نعمانی، جلد ۲، ص ۱۵۸، ۱۶۶

۲۔ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، ڈاکٹر محمد ریاض، ڈاکٹر صدیق شبلی، ص ۸۲

۳۔ انوارِ رضا، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱

۴۔ سوانح امام احمد رضا خاں، علامہ بدرالدین احمد صاحب قادری، ص ۹۵، ۹۸

۵۔ تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی، ص ۹۸، ۹۹

۶۔ سوانح امام احمد رضا خان، علامہ بدرالدین احمد قادری، ص ۳۸۸

۷۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، مارچ ۲۰۱۱ء، ص ۳۴

۸۔ حدائقِ بخشش، مولانا احمد رضا خان بریلوی، حصّۂ دوم، ص ۱

۹۔ سہ ماہی رضا بک ریویو، اپریل مئی جون ۲۰۰۸ء، ص ۱۶، ۱۷

۱۰۔ المرجع السابق، ص ۱۷ تا ۱۹

***

امام احمد رضا اور سمتِ قبلہ کی تحقیق

علامہ خواجہ مظفر حسین (دارالعلوم نورالحق، فیض آباد، انڈیا)

بارگاہِ امام احمد رضا میں شہر علی گڑھ سے یہ استفتا آیا کہ یہاں ایک پرانی عید گاہ ہے، یہاں صدیوں سے علمائے کرام اور عوام الناس نمازِ عیدین ادا کرتے آرہے ہیں، لیکن اب بعض مہندسین اپنے حسابات وآلات کے ذریعے یہ بتارہے ہیں کہ اس عید گاہ کا رخ صحیح سمت قبلہ پر نہیں ہے۔ اس لیے یہاں کے مسلمانوں پر واجب ولازم ہے کہ اس کو توڑ کر نئی بنا قائم کریں۔ استطاعت نہ ہونے کی صورت میں اس عید گاہ کے فرش پر صحیح قبلہ رخ خطوط کھینچ کر نماز ادا کریں، ورنہ موجودہ عید گاہ کے رخ پر نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ (الملخص، فتاویٰ رضویہ، سوم، ص:۱۵)

امام احمد رضا کلّمُوا النّاس علی قدرِ عقولِهم کے پیشِ نظر جس طرح مجالسہ ومذاکرہ کی محفل میں معروضات کے جوابات علمی اعتبار سے ارشادات فرماتے تھے (جیسے کہ "الملفوظ" کی عبارتوں سے ظاہر ہے) اسی طرح استفتا کے جواب میں بھی مقتضائے حال کے مطابق مستفتی اور اس کے ماحول کا خیال رکھ کر ہی جواب تحریر فرماتے تھے۔ کہیں لا و نعم پر اکتفا فرماتے اور کہیں تحقیق وتدقیق کا طوفان برپا کردیتے تھے، مثلاً استاذنا الکریم سیدی وسندی فاضل بہار حضرت ملک العلمانے وضو کے تعلق سے ایک مختصر سا سوال کیا تو اس کے جواب میں ایسی تحقیقِ انیق فرمائی کہ موجودہ دور کے بڑے بڑے علّامہ فہامہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں، قارئین کرام اس سوال وجواب کو فتاویٰ رضویہ جلد اول کے پہلے سوال وجواب کو دیکھ کر اندازہ لگاسکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت علامہ فضلِ حق علیہ الرحمہ اور علامہ عبدالحق علیہ الرحمہ کے وطن مالوف خیر آباد، سیتاپور سے سمتِ قبلہ کے بارے میں سوال آیا۔ امام احمد رضا نے جواب میں ایسی فن کاریاں قلم بند فرمائیں کہ دیکھنے کے لائق ہیں۔ اسے قارئین کرام فتاویٰ رضویہ جلدِ سوم باب القبلہ میں دیکھ سکتے ہیں۔

علی گڑھ سے آئے ہوئے سوال کے جواب میں اتنا لکھ دینا ہی کافی تھا کہ مہندس صاحب کا کہنا صحیح نہیں بلکہ وہاں نمازیں درست ہیں، لیکن امام احمد رضا نے سائل ہی کو نہیں بلکہ وہاں کے ماحول اور سوال میں ذکر کردہ مہندس کے کارنامے کو دیکھ کر جواب دیا۔ جواب کیا دیا اسے جواب نہیں بلکہ علم وفن کے سمندر کا دھارا بہانا کہتے ہیں۔ اگر زحمت نہ ہو تو آیئے امامِ اہلِ سنّت کی تحقیق کی اٹھتی ہوئی موجوں کا نظارہ کرنے کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد سوم کے ص:۱۵، تا ص:۴۱ کا شروع سے آخر تک ایک بار ضرور مطالعہ کریں اور ہمارے قول کی صداقت پر ایمان لے آئیں۔

علی گڑھ کے جواب میں سب سے پہلے امام احمد رضا نے سمتِ قبلہ کے تعلق سے فقہ وہیئت کی مختلف کتابوں سے یہ عطر نچوڑ کر پیش فرمایا کہ یہاں سمتِ قبلہ کی تحقیق میں کن کن باتوں کا جاننا ضروری ہے اور پھر افادۂ رابعہ کے عنوان سے ذیل میں بذریعہ دائرۂ ہندیہ علی گڑھ کی تقریبی سمتِ قبلہ کا استخراج فرمایا ہے اور پھر آخر میں بہ عنوان علی گڑھ کے تحقیقی سمت قبلہ کی بحث فرمائی ہے۔

تحقیقی سمت قبلہ کے استخراج میں امام احمد رضا نے وہاں کے طول وعرض کے پیشِ نظر وہ قاعدہ تحریر فرمایا ہے جو "کشف العلّۃ" کے دس قاعدوں کے ضمن میں مذکور ہے، چوں کہ یہ بحث مستقل طور پر "کشف العلۃ" میں موجود ہے، اس لیے ہم یہاں اس کو نہیں بلکہ دائرہ ہندیہ سے استخراج کردہ بحث کو موضوع بناتے ہیں۔ دائرہ ہندیہ کے ذریعہ ہیئت کی کتابوں میں صرف اتنا بتایا جاتا ہے کہ بلدِ خاص سے قبلہ کا رخ کدھر ہے۔ وہاں یہ نہیں بتایا جاتا ہے کہ نقطۂ مغرب سے کتنی ڈگری انحراف یا نقطۂ شمال سے کتنی ڈگری انصراف ہے۔

دائرۂ ہندیہ کی اس بحث کو امام احمد رضا نے پہلے اعمالِ ستینیہ کے ذریعے اور پھر اعمالِ لوگارثمیہ کے ذریعے حل فرمایا ہے۔ یہاں

ہمارا مطلوب اعمال لوگارثمیہ ہے، اگر حیات نے وفا کی تو اعمالِ ستینیہ کی بحث کو بھی کبھی پیش کریں گے۔

طول علی گڑھ ۰۶۔۷۸ عرض علی گڑھ ۵۶۔۲۷

طول مکہ شریف ۱۰۔۴۰ عرض مکہ شریف ۲۵۔۲۱

فرق طول ۵۶۔۳۷ فرق عرض ۳۱۔۰۶

علی گڑھ اور مکہ شریف کے طولین کا تفاضل ۵۶۔ ۳۷ اور عرضین کا تفاضل ۳۱۔ ۶ ہے۔ حاصل شدہ تفاضل کو فرق بھی کہتے ہیں۔ ذیل میں پیش کردہ دائرہ نما شکل کو بغور ملاحظہ فرمائیں:
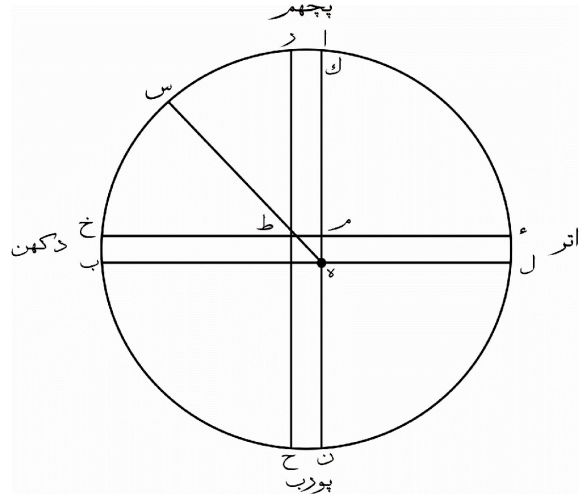
یہ دائرہ علی گڑھ کا افق ہے۔

ان = خط اعتدال علی گڑھ

ل ب = خط زوال علی گڑھ

ر ح = خط اعتدال مکہ شریف

ء خ = خط زوال مکہ شریف

ک ر = جیب تفاضل عرض = م ط

خ ی = جیب تفاضل طول = م ہ

کسی بھی دائرہ کے مرکز سے گزرنے والا خط اس دائرے کا قطر اور قطر کے متوازی کھینچا ہوا خط وتر کہلاتا ہے۔ وتر کے کسی بھی سرے سے قطر پر واقع ہونے والا عمود قطر اور وتر کے مابین واقع شدہ قوس کی جیب ہے، اس لیے اس دائرے میں **ا ر** قوس کی جیب میں **ک ر** اور

اسی طرح **خ ب** قوس کی جیب **خ ی** ہے۔

علی گڑھ کے خط اعتدال وزوال کا نقطۂ تقاطع **ہ** ہے یعنی یہ مقام علی گڑھ ہے۔ مکہ شریف کے خط اعتدال وزوال کا نقطہ تقاطع **ط** ہے، یعنی یہ مقام مکہ شریف ہے۔ **ہ** سے **ط** ہوتا ہوا **س** تک خط سمت ہے **ا س** کے درمیان واقع شدہ زاویہ یعنی دائرے کے اندر بنا ہوا مثلث **م ہ ط** کا زاویہ **ہ** قدر انحراف ہے۔ اس لیے اگر مثلث **م ہ ط** کو حل کر لیا جائے تو قدر انحراف معلوم ہو جائے گا۔

یہاں اس مثلث کا خط **م ہ** چوں کہ خط **خ ی** جیب کے برابر ہے اور خط **م ط** چوں کہ خط **ک ر** جیب کے برابر ہے اور زاویہ **م** چوں کہ قائمہ ہے، اس لیے شکل عروسی **م ہ** کا مربع اور **م ط** کا مربع کو جمع کرکے جذر کر لیا جائے تو خط **ہ ط** معلوم ہو جائے گا۔ اس طرح اس مثلث کے تینوں ضلعے معلوم ہو جائیں گے اور چوں کہ مثلث قائمۃ الزاویہ کے کسی بھی زاویۂ حادہ کو معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس زاویہ کے عمود کو وتر سے تقسیم کر لیا جائے، حاصل قسمت زاویہ مطلوبہ کی جیب ہوتی ہے، اس لیے یہاں زاویہ حادہ **ہ** کے عمود **م ط** کو خط **ہ ط** یعنی وتر سے تقسیم کرنے پر زاویہ **ہ** کی جیب اور پھر اس جیب سے بعد برعکس کارگزاری اس زاویہ کی مقدار نکل جائے گی۔

یہاں کچھ باتیں لوگارثم اور جیب کے تعلق سے درج کی جاتی ہیں، اسے ضرور دھیان میں رکھیں:

(ا) آپ کسی بھی قوس یا زاویہ کی جیب اصلی یا جیب لوگارثمی جداول ہائے ریاضیہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اس کا برعکس عمل بھی جداول سے معلوم کر سکتے ہیں، یا پھر آپ خود ہی کلکولیٹر سے قوس یا زاویہ کی جیب اصلی پھر اس کا لوگارثم حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ایسی صورت میں حاصل شدہ لوگارثم منفی ہو تو آپ اس پر لوگارثم کا ایک دور یعنی ۱۰ / عدد صحیح بڑھا کر مثبت کامل کر سکتے ہیں۔ اب اس لوگارثم کو تکمیلی لوگارثم یا جیب لوگارثمی کہیں گے، اس پورے عمل کو عملِ راست کہتے ہیں اور پھر جب اس تکمیلی لوگارثم سے زاویہ یا قوس معلوم کرنا چاہیں تو پہلے اس تکمیلی لوگارثم کی تجرید اور پھر اینٹی لوگارثم کے ذریعے جیب اصلی اور پھر انورس کے ذریعہ زاویہ یا قوس معلوم کر سکتے ہیں۔

(۲) تجرید کی دو صورتیں ہوتی ہیں، اول: تجرید ناقص، یعنی ۱۰/ عدد صحیح کو تکمیلی لوگارثم کے صرف عدد صحیح سے گھٹائیں اور اعشاریہ کو اپنی جگہ بر قرار رکھیں۔ اس کی علامت — ہوتی ہے کہ عدد صحیح کے اوپر علامت منفی لگی ہوتی ہے، جیسے ۲ء۰۰۰۔ دوم: تجرید تام یعنی پورے تکمیلی لوگارثم یعنی عدد صحیح مع اشاریہ سے ۱۰/ کو گھٹائیں تاکہ پورا عدد منفی ہو جائے۔ اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ پورے عدد کے بائیں طرف منفی کی علامت لگی ہوتی ہے، جیسے ۲ء۰۰۰۔

(۳) دوسری صورت میں تکمیلی لوگارثم سے جیب اصلی حاصل کرنے کے لیے پورے تکمیلی لوگارثم میں انٹی لوگارثم کا عمل کریں اور پھر پہلی والی صورت میں صرف اعشاریہ والے حصہ میں اینٹی لوگارثم کا عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ عدد صحیح جو منفی ہے وہ ایک ہے، دو ہے، کیا ہے؟ اگر ایک ہو تو حصّہ اعشاریہ کے اینٹی لوگارثم سے جو جیب حاصل ہوتی ہے اس میں علامتِ اعشاریہ کو ایک درجہ مزید بائیں رکھیں اور اگر ۲/ ہو تو ۲/ درجہ مزید بائیں رکھیں۔

(۴) لوگارثم کا جذر حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تنصیف کرلیں۔ اس کا نصف لوگارثم جذر ہوگا، لیکن اگر لوگارثم میں صرف عدد صحیح منفی ہو اور اعشاریہ مثبت ہو اور اس منفی رقم کی صحیح صحیح تنصیف نہ ہو تو ایسی صورت میں چاہیے کہ عدد صحیح جو منفی ہے اس پر اتنا عدد منفی اور بڑھا دیں اور پھر دونوں حصوں کا نصف حاصل کرکے ایک ساتھ لکھ لیں۔

نوٹ: اگر اعدادِ عامہ میں ضرب مقصود ہو تو مضروبین کے لوگارثم کو جمع کرکے اس کا عدد عام حاصل کرلیں اور اگر تقسیم مقصود ہو تو مقسوم کے لوگارثم سے مقسوم علیہ کا لوگارثم تفریق کرکے حاصل تفریق کا عدد عام حاصل کرلیں۔ البتہ اگر عدد عام میں جمع و تفریق کا عمل مقصود ہو تو یہ ان کے لوگارثم کے ذریعے نہیں ہو پاتا، بلکہ ان لوگارثموں کے اعداد عامہ حاصل کرکے اس میں عمل جمع و تفریق کرنا لازم ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تکمیلات میں عدد صحیح اکائی سے زیادہ ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں اکائی کے علاوہ دہائی وغیرہ کو ساقط کر دیا جاتا ہے، جسے منحط کہتے ہیں۔

(۵) علمِ ہندسہ میں ایک شکل ایسی ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مثلث کے کسی بھی زاویہ کے جیب و وتر میں جو نسبت ہوتی ہے وہی نسبت اس مثلّث کے ہر ایک زاویہ کے جیب وتر میں ہوتی ہے۔ اسی شکل کو امام احمد رضا نے شکلِ نافع سے تعبیر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلث قائمۃ الزاویہ کے کسی بھی زاویۂ حادہ کو معلوم کرنا ہو تو اس زاویہ کے عمود کو وتر سے تقسیم کرلو حاصل قسمت مطلوبہ زاویہ کی جیب ہوگی۔

ماسبق میں یہ گزرا کہ اس مسئلے کا حل مثلث م ہ ط کے حل پر موقوف ہے جس کا حل تین طریقوں سے ہو سکتا ہے: [۱] بذریعہ اعدادِ عامہ [۲] بذریعہ لوگارثم بدون تکمیل [۳] بذریعہ تکمیلی لوگارثم۔ "ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال" میں تیسرے طریقے سے حل کیا گیا ہے۔ ہم پہلے دونوں طریقوں کو بھی درج کرتے ہیں تاکہ اہلِ ذوق ہر طریقے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

طول علی گڑھ ۰۶۔۷۸	عرض علی گڑھ ۵۶۔۲۷
طول مکہ شریف ۱۰۔۴۰	عرض مکہ شریف ۲۵۔۲۱
فرق طول ۵۶۔۳۷	فرق عرض ۳۱۔۰۶

پھر سے غور کیجیے دائرہ ہندیہ کے بیچ میں بنا ہوا مثلث جسے حل کرنا ہے، یوں ہے:

۱۔ طریقہ بذریعہ اعداد عامہ

فرق طول کی جیب	0.614744166= م ہ
اس جیب کا مربع	0.37791039
اور فرق عرض کی جیب	0.11349227= م ط

اس جیب کا مربع 0.012880485

اس لیے مجموع المربعین 0.390790875

اس کا جذر یعنی وتر 0.625132685= ہ ط

اس لیے م ط ÷ ہ ط یعنی

=0.625132685÷ 0.113492227

=0.181549021

مطلوبہ زاویہ کی جیب ہے، بعد برعکس کار گزاری اس جیب کا زاویہ =36—27—10 قدر انحراف از نقطہ مغرب بجانب جنوب۔

۲۔ طریقہ دوم بذریعہ لوگارثم بدون تکمیل

فرق طول کی جیب م ہ کا لوگارثم (-0.211305583)

اس لوگارثم کا مربع (-0.422611167)

اس لیے مربع اصلی 0.37791039

اور فرق عرض کی جیب م ط کا لوگارثم (-0.94503388)

اس لوگارثم کا مربع (-1.890067762)

اس لیے مربع اصلی -0.012880485

اس لیے مجموع المربعین اصلی 0.390790875

اس کا لوگارثم (0.408055585)

مجموع المربعین اصلی کا جذر یعنی وتر 0.625132685= ہ ط

اس کا لوگارثم (-0.204027793)

اب لوگارثم م ط جیب سے لوگارثم ہ ط وتر تفریق کیا یعنی (-0.94503388) سے (-0.204027793) کو تفریق کیا = (-0.741006087) بعد عمل اینٹی لوگارثم اور انورس 36-27-10= قدر انحراف از نقطہ مغرب بجانب جنوب۔

۳۔ طریقہ سوم بذریعہ تکمیلی لوگارثم

[۱] فرق طول کی جیب لوگارثمی 9.788694416

اس جیب لوگارثمی کا مربع 9.577388833

یہی مربع بعد تجرید ناقص $\overline{1}.577388833$

پھر وہی مربع کا بعد تجرید تام (-0.422611167)

اس لیے اصلی مربع 0.37791039

[۲] فرق عرض کی جیب لوگارثمی 9.054966119

اس جیب لوگارثمی کا مربع 8.109932239

یہی مربع بعد تجرید ناقص $\overline{2}.109932239$

پھر وہی مربع بعد تجرید تام (-.890067762)

اس لیے اصلی مربع 0.012880485

[۳] اس لیے مجموع المربعین بعد اصلی 0.390790875

اس کا جذر 0.625132685

اصلی مجموع المربعین کا لوگارثم بعد تکمیل و تجریب ناقص $\overline{1}.59194414$

اس کا جذر $\overline{1}.795972207$

یہی بعد تکمیل 9.795972207

اصلی مجموع المربعین کا لوگارثم بعد تجرید تام (0.408055585)

اس کا لوجذر = (-0.204027792)

یہی بعد تکمیل 9.79597208

اب لوم ط یعنی 9.054966119 سے لوہ ط یعنی 9.79597208 کو تفریق کیا = (-0.741006089) بعد اینٹی لوگارثم اور انورس -10= =36-27 جواب یعنی قدر انحراف از نقطہ مغرب بجانب جنوب۔

نوٹ: (۱) لوگارثم تکمیلی میں امام احمد رضا نے تجرید کرنے کی صورت میں تجریدِ ناقص سے کام انجام دیا ہے، لیکن یہاں تجرید تام و تجرید ناقص دونوں اعتبار سے کام کیا گیا ہے؛ کیوں کہ نتیجے کے لحاظ سے دونوں صورتیں متلازم ہیں۔

(۲) جہاں کہیں صرف عدد صحیح منفی ہے وہاں حسبِ قاعدہ مذکورہ اس عددِ صحیح کے اوپر علامت منفی لگادی گئی ہے، لیکن جہاں پوری رقم یعنی عدد صحیح مع اعشاریہ دونوں منفی ہے وہاں حسبِ قاعدہ اس رقم کی بائیں طرف علامت منفی لگا کر قوسین کے مابین گھیر دی گئی ہے تاکہ علامت منفی اور ڈس کے مابین اشتباہ پیدا نہ ہو جائے۔

○ ○ ○ ○ ○

صاحبِ سبع سنابل شریف: حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی (مہاراشٹر، انڈیا)

سرزمین ہندوستان پر تصوّف و معرفت کے میدان میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی مشہورِ زمانہ تصنیف ''کشف المحجوب'' کو برِّ صغیر ہندو پاک میں تصوّف کی اوّلین باضابطہ کتاب کا مقام حاصل ہے۔ آپ کے بعد سلسلۂ چشت اہلِ بہشت کے اکابر اولیا و علما نے تصوف و معرفت کے شبستانوں میں چراغِ ہدایت کو روشن و منورر کھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت خواجہ بختیار کا کی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیار حمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مریدین و متوسلین نے کشورِ ہند کے ایک ایک گوشے میں اسلام و ایمان کی تبلیغ و اشاعت میں تصوّف و معرفت کے گل بوٹوں کو اس طرح کھلایا کہ اُس کی خوشبوئیں آج بھی اہلِ یقین کی مَشامِ جان و ایمان کو معطر و معنبر کر رہی ہیں۔

سلسلۂ چشت اہلِ بہشت سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور و معروف خانوادے زیدیہ سادات کی خدمات بھی اس ضمن میں اظہر من الشمس ہیں۔ واسط سے ہجرت کرکے ہندوستان کی ریاست اتر پردیش کے شہر بلگرام میں بود و باش اختیار کرنے والے حضرت سید محمد دعوۃ الصغرا نور اللہ مرقدہ اور ان کے اہل و عیال نے پورے ملک میں تصوّف و معرفت کی لہلاتی ہوئی فصلیں اگائیں جن کی بہاریں آج پورے عالمِ اسلام میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ اسی بلگرام سے کالپی، مسولی، مارہرہ، بریلی، بدایوں اور دنیا کے نہ جانے کتنے علاقے اب بھی فیض حاصل کر رہے ہیں۔

بلگرام کی عظمتیں اور رفعتیں ہر دور میں مسلم رہی ہیں، اپنے وقت کے جیّد علما و فضلا بھی اس سرزمین کے گن گاتے نظر آتے ہیں۔ سادات مارہرہ مطہرہ کے مورثِ اعلیٰ مشہور بزرگ حضرت سید میر عبد الجلیل بلگرامی قدس سرہٗ (م ۱۷۲۵ء) ''امواج الخیال'' میں بلگرام کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں۔

سبحان اللہ چہ بلگرامے
کوثر ئے آفتاب جامے
خاکش گلِ نوبہار عشق است
آبش ئے بے خمار عشق است
از عشق سرشت ایزدِ پاک
از روزِ ازل خمیرِ ایں خاک

حضرت میر عبد الجلیل بلگرامی قدس سرہٗ کے فرزندِ ارجمند حضرت میر سید محمد شاؔعر بلگرامی علیہ الرحمہ بلگرام کی مدحت میں یوں گویا ہیں۔

سیر باید کرد یاراں، نوبہارِ بلگرام
برزمرد ناز دارد سبزہ زارِ بلگرام
ہر نفس عطرِ گلستانِ یمن بُو می کند
خوش دماغاں از نسیمِ مشک بارِ بلگرام
اہلِ معنٰی کسبِ انوارِ سعادت می کنند
از سوادِ اعظمِ دولت مدارِ بلگرام
یادِ ہندوستاں کجا از خاطرِ طوطی رَوَد
می کند شاؔعر بجا وصفِ دیارِ بلگرام

علاوہ ازیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) بلگرام شریف کی مقدس خاک کے لیے یوں اپنا نذرانۂ خلوص و عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اللہ اللہ! عز و شان و احترامِ بلگرام
عبدِ واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
روزِ عرس آوارگانِ دشتِ غربت کے لیے
من وسلویٰ ہیں مگر خُبز و اَدامِ بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر و مہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوارِ حق ہے صبح وشامِ بلگرام
تھا ''بما استحببت بلدہٖ'' کا پاسخ بالکرام
مرکزِ دینِ مبیں ٹھہرا یہ نامِ بلگرام
یاد گار اب تک ہیں اس گل کی بہارِ فیض کے
خندہ ہائے گل رُخاں والا لہ فامِ بلگرام

لائی ہے اس آفتابِ دیں کی تحویلِ جلیل
ساغرِ مارہرہ میں صہبائے جامِ بلگرام

اسی مقدس سرزمین بلگرام سے تعلق رکھنے والی قدسی صفات ذات صاحبِ فضل وکمال حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی ہے۔ جنھوں نے اپنے افکارِ فروزاں سے اکنافِ ہند ہی نہیں بل کہ پوری دنیا کے اہلِ تصوّف ویقین کے دلوں کو روشن فرمایا۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی کا اسمِ گرامی مع نسب اس طرح ہے: عبدالواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب بن سید ماہرو بن سید بڈھ قدس اللہ اسرارہم۔ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ آسمانِ ولایت کے تاج دار اور رشد وہدایت کے مرکز تھے۔ آپ اپنے دور کے علما وفضلا میں ممتاز اور ذی علم و ذی استعداد تھے۔ باکرامت اور باسعادت مقبولِ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ تھے۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے دادا حضرت سید ماہرو قدس سرہ

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے آباواجداد میں حضرت سید ماہرو فرماں روائی کی مناسبت سے بلگرام سے قصبہ سرہ گئے اور وہیں فروکش ہوگئے۔ قصبہ سرہ اور اس کے چوبیس متعلقہ گاؤں بادشاہِ وقت کی طرف سے انھیں انعام میں ملے تھے۔ ایک زمانے کے بعد وہاں کی زمیں دار کی مخالفت سامنے آئی اور آپس میں جنگ وجدل ہوئی۔ سید صاحب نے اپنی اولاد کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ جن کا مزار قصبہ سرہ میں ہے، آج بھی سید صاحب کے بنوائے ہوئے قلعے کے آثار اس جگہ باقی ہیں۔ بقیہ اولاد اور دوسرے متعلقین سرہ سے گٹوگھاٹ نامی گاؤں میں آکر آباد ہوگئے تھے، لیکن وہاں بھی اُن کی سکونت مستقل نہیں رہی۔ آخر کار وہاں سے نکل کر سانڈی جو بلگرام سے چار کوس کے فاصلے پر آباد ہے قیام پذیر ہوئے۔

حضرت ماہرو کی اولاد میں سے ایک شخص علم حاصل کرنے لگے اور تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد قصبہ باڑی کے عہدۂ قضا پر فائز ہوئے۔ سید ماہرو نے اپنے پیچھے تین اولادیں چھوڑیں۔ ان میں سے دو صاحب زادے منصبِ قضا کی وجہ سے قصبہ باڑی جاکر اقامت گزین ہوئے اور اکبر بادشاہ کے زمانے میں قصبۂ باڑی انھیں انعام میں ملا۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ، حضرت سید ماہرو کے تیسرے صاحب زادے کی اولاد میں سے ہیں جو کہ قصبۂ سانڈی، بلگرام میں رہ گئے تھے، جن کی ایک بیٹی کی شادی سادات بلگرام وکالپی ومارہرہ کے مورثِ اعلیٰ حضرت سید محمد دعوۃ الصغرا قدس سرہ کے ساتھ ہوئی۔ حضرت سید محمد دعوۃ الصغرا کی ہی کی دعوت پر آپ اپنے آبائے کرام کے وطن بلگرام دوبارہ تشریف لائے اور مکمل طور پر یہیں سکونت اختیار کی۔ پہلے پہل آپ نے محلّہ میدان پورہ میں قیام کیا پھر وہاں سے سلہہڑہ کے تالاب کے کنارے جاکر آباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولادوں میں بہت برکت عطا فرمائی۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ یہاں بڑے ناز ونعم میں پلے بڑھے اور علم وفضل میں کمال حاصل کیا۔ اساتذہ کی شفقتیں، والدین کی محبتیں اور بزرگوں کی روحانیت آپ کو صیقل کررہی تھیں۔ اوائل جوانی میں آپ حضرت شیخ مخدوم صفی الدین سائی پوری کی خدمت میں بیعت ہوئے۔ شیخ کی آپ پر خصوصی توجہات رہیں۔ آپ ابھی اٹھارہ برس کی ہی تھے کہ شیخ اِس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس واقعے کے بعد حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ، شیخ حسین سکندرہ کی خدمت سے منسلک ہوگئے اور انھیں سے بیش ترفیوضِ ظاہری وباطنی کا اکتساب کیا۔ چنانچہ خود اپنی کتاب "سبع سنابل" میں رقم طراز ہیں:

"مَیں حضرت مخدوم شیخ صفی الدین کا مرید اور مخدوم شیخ حسین کا خلیفہ ہوں۔ حضرت مخدوم شیخ حسین کو میرے والد گرامی کے ساتھ انتہائی الفت ومحبت تھی، دونوں دو جسم ایک جان کی طرح تھے اور میرے والد بھی شیخ صفی کے خلیفہ تھے۔ اسی وجہ سے میں نے مخدوم شیخ حسین کی صحبت اختیار کی اور مخدوم حسین ہم پر فراوانی کے ساتھ اپنی عنایات اور نوازشات کی بارش کرتے رہتے اور فرماتے کہ: یہ میرے دوست کا لڑکا ہے، اور جامۂ خلافت سے بھی مجھ کو آراستہ کیا، اگرچہ میں اس خلافت کا اہل نہیں تھا، لیکن پھر بھی خدائے تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں کہ ایسے عظیم بزرگوں سے بیعت کا رشتہ رکھتا ہوں۔" (سبع سنابل شریف)

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر بدایونی نے اپنی

کتاب "منتخب التواریخ" میں یوں لکھا ہے:

"شیخ عبدالواحد بلگرامی فضائل و کمالات، مجاہدات وعبادات کے جامع ہیں، روشن اَخلاق اور پسندیدہ اوصاف سے متصف ہیں، آپ کا مشرب عالی ہے۔ اس سے پہلے چند سالوں تک ہندی میں نقشِ صوت باندھتے تھے (یعنی شاعری کیا کرتے تھے، آپ کا تخلص شاہدؔی ہے، مشاہد ۱۲) اور پڑھتے پڑھتے وجد میں آجاتے تھے۔ ان دنوں خود کو تمام تعلقات سے علاحدہ کر لیا تھا اور نزہۃ الارواح" کی ایک محققانہ شرح لکھی، ایسے ہی اصطلاحِ صوفیہ میں بھی کئی رسالے تصنیف فرمائے، انھیں میں سے "سبع سنابل" بھی ہے، اس کے علاوہ آپ کی اور بھی بہترین تصنیفات ہیں اگرچہ مرید کسی اور سے ہیں مگر پورا فیض مخدوم شیخ حسین سکندرہ کی صحبت میں حاصل کیا اور بلگرام سے ہر سال شیخ کے عرس میں شرکت کرنے جایا کرتے تھے، مگر اب ضعفِ بصارت میں کمی آگئی ہے، اس لیے نہی جاپاتے، آپ قنوج میں رہتے تھے، ۹۷۷ھ میں جب لکھنؤ سے بلگرام پہنچا تو ایک رات عیادت کے لیے تشریف لائے۔ یہ پہلی ملاقات تھی، جس نے مرہم کا کام کیا، فرمایا "ایں ہمہ گلہاے عشق است" (یہ سب محبت کے پھول ہیں) اور مخدومی شیخ عبداللہ بدایونی بھی بدایوں سے اتفاقاً رجالِ غیب کی طرح پہنچ گئے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اگر شب قدر کبھی ملی ہے تو وہ یہی رات ہے۔ میر صاحب کے اشعار کافی بلند ہیں۔" (منتخب التواریخ، ملخصاً)

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی کو "شیخ" لکھنے کا سبب

حضرت عبدالقادر بدایونی نے حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کو عظمت وبزرگی اور فضل وکمال کی وجہ سے شیخ لکھا ہے، جیسا کہ اہلِ محبت ویقین حضور سیدنا غوثِ اعظم عبدالقادر جیلانی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کو شیخ لکھتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر بدایونی نے حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی شاعری اور اشعار کو بلند رتبہ کہا ہے، حضرت میر عبدالواحد شاعری کیا کرتے تھے اور شاہدؔی تخلص فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی نظمیں اور غزلیں تصوف و ولایت کی آئینہ دار اور عشقِ حقیقی کے جذبات سے معمور ہیں۔ ہندوستان میں فارسی شاعری اور فارسی نثر نگاری کے عروج و اقبال میں حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی جو شراکت داری ہے وہ اہلِ علم پر روشن ہے۔ حضرت عبدالقادر بدایونی کا یہ جملہ کہ "مجھے یقین ہوگیا کہ اگر شب قدر کبھی ملی ہے تو وہ یہی رات ہے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علماے تصوف کے نزدیک بزرگوں کی صحبت اور ان سے ملاقات بڑے خاصے کی چیز ہے اور یہ رتبۂ بلند جسے ملا وہ بھی بلند ہو جاتا ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے "منتخب التوریخ" میں حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کو شیخ لکھا دیکھ کر اُن کی سیادت پر حرف گیری کی کوشش کی ہے لہٰذا اس طرف بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ قنوج کے اکابر سادات میں سے تھے۔ جیسا کہ میر علاؤالدین بن میر یحییٰ سیفی قزوین نے "نفائس المآثر" میں نقل کیا ہے کہ: "میر سید عبدالواحد از اکابر ساداتِ قنوج است وخالی از نشۂ فقر و درویشی نیست وسلیقۂ شعر خوب دارد۔" علاوہ ازیں شیخ محمد غوثی مندوی نے "گل زارِ ابرار" میں یوں بیان کیا ہے: "حضرت سید عبدالواحد بن سید ابراہیم قنوجی صاحبِ ریاضت و مجاہدہ اور حقائق پر نظر رکھنے والے صاحبِ حال اور بڑے فصیح وبلیغ تھے۔ آپ نے "نزہۃ الارواح، کی نہایت عمدہ اور محققانہ شرح تحریر فرمائی، جس میں توجیہ و تاویل کا مکمل سہارا لے کر عبارات کے تمام معانی ومفاہیم کو صحت و درستگی کے ساتھ واضح کیا ہے۔"

یہاں یہ امر مخفی نہ رہے کہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی شادی بھی قنوج ہی میں ہوئی تھی اور آپ نے یہاں اقامت بھی فرمائی تھی یہی وجہ ہے کہ "نفائس المآثر" اور "گل زارِ ابرار" میں آپ کو قنوجی لکھا گیا ہے۔ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ صاحبِ تصنیف و تالیف بزرگ تھے، تذکرہ نگاروں نے آپ کی درجِ ذیل کتب شمار کی ہیں:

(۱) حقائق ہندی (۲) شرح قصۂ چہار برادر

(۳) حلِ شبہات (۴) شرح مصطلحاتِ دیوانِ حافظ

(۵) شرح نزہۃ الارواح (۶) سبع سنابل

(۷) شرح کافیہ

ان کتب میں تصوف و سلوک کے موضوع پر لکھی گئی آپ کی کتاب "سبع سنابل" کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہے وہ مثالی حیثیت

رکھتی ہے۔ جسے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے سندِ قبول حاصل ہے۔

بارگاہِ رسول ﷺ میں سبع سنابل کی مقبولیت

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کی مایۂ ناز کتاب سبع سنابل کی بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں مقبولیت کے بارے میں مؤرخ بے نظیر حسان الہند علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''مآثر الکرام تاریخ بلگرام'' میں یوں لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ مؤلف اوراق نے رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ میں دارالخلافہ شاہِ جہاں آباد میں شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی کی زیارت کی۔ میر عبد الواحد قدس سرہ کا ذکر درمیان میں آیا۔ شیخ نے میر صاحب کے مناقب و مآثر دیر تک بیان فرمائے اور فرمایا کہ ایک رات میں مدینۂ منورہ میں بستر خواب پر لیٹا ہوا تھا کہ بہ ہوش وحواس دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی (بھڑوچی) ایک ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں، صحابۂ کرام اور اولیاے عظام کا ارد گرد مجمع لگا ہوا ہے۔ ان میں ایک شخص ایسا ہے جس کے ساتھ حضور ﷺ مسکرا کر اور کامل توجہ کے ساتھ شیریں انداز میں گفتگو فرمارہے ہیں۔ جب مجلس برخاست ہوگئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ سے پوچھا یہ کون شخص ہے، جس پر حضور ﷺ اس درجہ ملتفت ہیں؟ کہا کہ یہ میر عبد الواحد بلگرامی ہیں اور اس احترام کا باعث یہ ہے کہ سبع سنابل جو ان کی تصنیف ہے حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی ہے۔ (مآثر الکرام، ص ۱۰۲/ ۱۰۳)

''سبع سنابل'' شریف تصوّف وسلوک کی ایک ایسی مشہور ومعروف کتاب ہے جس میں عقائد ضرور ہیں اور تصوّف وسلوک کے مسائل کا پوری شرح وبسط کے ساتھ حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جس کا اُردو ترجمہ حضرت مفتی خلیل احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، اس کتاب میں ایمان، صبر، تبتل، توکل، زہد، ورع، عبادت، ریاضت، تقویٰ وغیرہ امورِ تصوف کا بیان قرآن وحدیث، اقوالِ علما وصوفیہ کی روشنی میں کیا ہے، جگہ جگہ بزرگانِ دین کے واقعات وقصص سے بھی اپنے موقف کو واضح کیا ہے۔

سبع سنابل شریف کی دو عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں، جن میں تصوّف وسلوک کے رمز پوشیدہ ہیں:

(۱)

ایک دن جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال رضائے الٰہی میں صدقہ کردیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے آپ سے استفسار فرمایا: ماخلقت لعیالك، فقال الله و رسوله، اسی وقت جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابو بکر سے پوچھو کہ کیا میں تنہا کافی نہ تھا کہ تم نے میرے نام کے ساتھ رسول کا بھی ذکر کیا۔ سبحان اللہ! کیا درجہ ہے؟ اور کیسا قرب ومنزلت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نامِ رسول لیے جانے پر غیرت فرمارہا ہے۔ دانش مندوں اور نکتہ بینوں کو اس مقام پر حیرت ہے، اس ضعیف کے حقیر خیال میں یہ بات آئی کہ عتاب کی وجہ یہ ہے کہ اے ابو بکر! تیرا پایۂ معرفت اس درجہ پہنچ گیا ہے کہ رسول کو مجھ سے جدا نہیں دیکھتے، کیوں کہ رسول تو ہم میں محو ہیں اور ہم رسول میں ثابت، پھر تم نے جدا ذکر کیوں کیا، کیوں کہ عارفوں نے کہا ہے کہ عرش تا فرش سب محمد ﷺ کے غلام ہیں، جب خود حق جلوہ نما ہو گیا تو محمد ﷺ کہاں رہے، نیز یہ بھی خیال میں آتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل وعیال کے مقام کا لحاظ کر کے جواب دیا تھا نہ کہ اپنے مقام کے مطابق، کیوں کہ حضور ﷺ نے پوچھا ماخلقت لعیالك البتہ اگر یوں پوچھتے ماخلقت لنفسك تو اپنے مقام کے مطابق جواب دیتے یعنی کہتے اللہ وحدہٗ۔

(۲)

میرا ایک دوست شیخ نظام نامی تھا، جو ایک مغل لڑکی کو تعلیم دیتا تھا، لڑکی نہایت حسین وجمیل تھی، ایک جوان کی نظر اُس پر پڑی اور وہ اس کا عاشق ہوگیا۔ اس نے اپنی نامرادی اور دردمندی کا حال شیخ نظام سے کہہ سنایا، شیخ نظام نے فرمایا: تم روزانہ میرے ساتھ چلا کرو، میں اسے پڑھاؤں گا اور تم اس جگہ بیٹھ کر اسے دیکھتے رہنا۔ اسی حالت میں ایک مدت گذر گئی۔ ایک دن درد مند نوجوان نے شیخ سے سرگوشی کے انداز میں کہا: اس لڑکی سے فرمایئے کہ ایک پیالہ پانی مجھے لاکر دے، شیخ نظام نے لڑکی سے کہا ایک پیالہ پانی لاؤ، لڑکی پیالہ بھر لائی، آپ نے فرمایا کہ اس جوان کے ہاتھ میں دے دو۔ لڑکی پیالہ جوان کے سامنے لے گئی۔ جوان نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لیا اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

کافیہ کی تصوّفانہ شرح

تصوّف وسلوک پر حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی دوسری تصنیف کافیہ بھی شمار کی جاتی ہے۔ جو آپ کی نادر المثال کتاب ہے۔ معرفت کے طرز پر آپ نے کافیہ ابن حاجب کی شرح فرمائی ہے۔ جو غیر منصرف کی بحث تک پھیلی ہوئی ہے، اس مختصر سے مقالے میں مذکورہ کتاب کے اوائل سے تھوڑا سا حوالہ پیش کیا جاتا ہے: (ترجمہ) "کلمہ ایک لفظ ہے، جو ہماری زبانوں پر جاری ہے، ہمارے دلوں میں اس کا لحاظ اور ہمارے باطن میں وہ محفوظ ہے۔ مراد یہ ہے کہ کلمۂ توحید اقرار کے درجے میں ہماری زبانوں پر جاری اور تصدیق کے درجوں میں ہمارے دلوں میں اس کا لحاظ اور احوال کے مرتبہ میں ہمارے باطن اس کے انوار سے محفوظ ہیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اقرار کے مرتبے کا ذکر کیا اور دو معطوف محذوف چھوڑ دیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص پر اسلام کا حکم لگانے اور امورِ مکلفہ کے جاری ہونے کا سبب اقرار کے مرتبے کے ساتھ قائم ہے اور اس کے محذوف ہونے کا قرینہ مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت سے سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ فرمارہے ہیں وضع لمعنیٰ جو مفرد معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہے، جو رکھا گیا ہے لازم ٹھہرایا گیا ہے، اس کلمۂ توحید کا قبول کرنا لوگوں کی گردنوں اور پیشانیوں پر ایسے معنیٰ کے حاصل کرنے کے لیے جو کفر و نفاق و معاصی سے احتراز کا فردِ مجرد ہے تو لفظ مفرد حذف کا قرینہ ہے۔ اس لیے کہ افراد احوال کے درجے میں ہے، کیوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے کہ وہ اسے ایک مانتا ہو تو اللہ اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور وہ اسم ہے اور اس کلمۂ توحید کی تین قسمیں ہیں: ایک اسم اس لیے کہ فقط اقرار اور تصدیق توحید کا اسم اور صورت ہے، اور دوسری قسم توحید کا فعل اور اس پر عمل ہے اور وہ احوال کی دریافت ہے، اور تیسری قسم حرف توحید ہے اور یہ توحیدِ عُظمیٰ کہلاتی ہے جو انسانی استعداد سے باہر ہے اور اس کی علامات پہلے بیان کردہ دونوں توحیدوں سے بے نشان اور بے کیف ہوتا ہے کیوں کہ حرف کی علامت اسم اور فعل کی علامتوں سے خالی ہونا ہے۔"

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی سے مغل بادشاہ اکبر کی نیازمندی

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی شہرت و مقبولیت کا جب اکنافِ ہند میں چرچا ہونے لگا تو بادشاہِ وقت اکبر کے دربار میں بھی آپ کا تذکرہ ہوا۔ چناں چہ اُس نے اپنے ایک خاص آدمی کو حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے پاس بھیجا اور بصد آرزو ملاقات کا عریضہ پیش کیا۔ آپ دہلی کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو اُس نے والہانہ استقبال کیا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ اکبر آپ کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے بلگرام کی پانچ سو بیگھہ زمین بہ طورِ معاش آپ کی خدمت میں نذر کر دی۔

وصال اور مزارِ مقدس

ولایت و معرفت کے اس تاج دار، علم و عرفان کے بحرِ ناپیدا کنار اور تصوّف وسلوک کے اس دُرِّ نایاب نے خلقِ خدا کو بے حد فائدہ پہنچایا، اپنے روحانی فیوض سے لوگوں کو مالا مال کیا۔ حضرت میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ کے مطابق آپ نے سو سال سے زاید عمر پائی۔ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کا وصال ۳/ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ شبِ جمعہ کو ہوا۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کا مزارِ مقدس بلگرام محلّہ سلہڑہ میں آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔ آپ کے چار صاحب زادگان ہوئے:

۱۔ حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی (ولادت ۹۷۲ھ) (وفات ۱۰۹۷ھ) مدفن بلگرام

۲۔ حضرت میر سید فیروز بلگرامی قدس سرہ (وفات ۱۰۶۶ھ) مدفن بلگرام

۳۔ حضرت میر سید یحییٰ بلگرامی قدس سرہ (ولادت ۹۸۵ھ) مدفن بلگرام

۴۔ حضرت میر سید طیب بلگرامی قدس سرہ صاحب سجادہ حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ (ولادت ۹۸۶ھ) (وفات ۱۰۶۶ھ) مدفن بلگرام۔

⊙ ⊙ ⊙ ⊙ ⊙

فضیلتِ قناعت

تصنیف: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: مفتی تقدس علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

فقیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ قانع ہو، مخلوقات سے امیدیں وابستہ نہ کرے، ان کے اموال پر نگاہ نہ رکھے اور نہ ہی مال و دولت کے حصول میں حریص ہو، یہ اس وقت ممکن ہے جب انسان بقدر ضرورت اپنے کھانے، پینے، پہننے اور رہائش کی چیزوں پر مطمئن ہو جائے اور ہر معمولی چیز پر اکتفا کرے اور اپنی امیدیں ایک دن یا ایک ماہ سے زیادہ طویل نہ کرے کیوں کہ کثرت کی طلب اور طول اَمل سے قناعت کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے اور انسان حرص اور لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر یہی طمع اور لالچ اسے بداخلاقی اور برائیوں پر آمادہ کرتے ہیں، جن سے انسان کی اچھی عادات تباہ ہو جاتی ہیں اور حرص و طمع اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتے ہیں۔

انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اگر انسان کو سونے کی دو وادیاں بھی مل جائیں تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا، انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پُر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو ہم بغرض تعلیم حاضر ہوتے، ایک مرتبہ ہم حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہم نے مال و دولت، نماز، زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے دیا ہے، اگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو وہ دوسری کی تمنا کرے گا، اگر دوسری مل جائے تو تیسری کی آرزو کرے گا، انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، سورۂ براۃ جیسی ایک اور سورت بھی نازل ہوئی تھی جو بعد میں اٹھالی گئی، اس میں تھا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی ایسی قوموں سے امداد کروائے گا جن کے لیے بھلائی میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور اگر انسان کو دولت کی دو وادیاں دے دی جائیں تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ انسان کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے: علم کا بھوکا اور دولت کا بھوکا۔'' فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں، حرص اور دولت کی محبت۔ چونکہ یہ خصلت انسان کو گمراہ کردیتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قناعت کی تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اسلام کے راستے پر چلا اور زندگی کی معمولی گزران پر قناعت کرلی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ تونگری مال کی کثرت سے نہیں بلکہ حقیقی مالداری دل کی بے پروائی ہے۔

(تونگری بہ دل است نہ بہ مال)

دنیا کی بہت جستجو مت کرو

حضور ﷺ نے حرص اور دنیا کی بہت جستجو کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اچھے طریقے سے رزق حاصل کرو کیونکہ بندے کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھ دیا جاتا ہے اور کوئی انسان اپنا رزق ختم کیے بغیر دنیا سے نہیں جائے گا۔

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربِّ جلیل سے سوال کیا، تیرا کونسا بندہ زیادہ غنی ہے؟ ارشادِ ربانی ہوا، جو میرے عطا کردہ رزق پر قناعت کرتا ہے، پھر پوچھا عادل کون ہے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا جو اپنے آپ سے انصاف کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ کوئی شخص دنیا سے اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں جائے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق حلال حاصل کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا: جب تجھے بھوک لگے تو ایک روٹی اور پانی کا پیالہ تیرے لیے کافی ہے اور دنیا کی مزید خواہش ہلاکت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا پرہیز گار بن! تو سب سے بڑا عابد ہوگا، قناعت کر! تو سب سے بڑا شکر گزار ہوگا، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لیے پسند کر! تو مومن ہوگا۔

حضور ﷺ نے لالچ سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، مجھے ایک مختصر نصیحت کیجیے، آپ نے فرمایا ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھ! کوئی ایسی بات نہ کر جس پر کل معذرت کرنی پڑے اور لوگوں کے مال سے امید نہ رکھ۔

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سات، آٹھ یا نو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کی ہم تو پہلے ہی بیعت کر چکے ہیں، پھر آپ نے فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کرتے؟ چنانچہ ہم نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی، ہم میں سے کسی نے پوچھا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ہم سے کس چیز کی بیعت لی؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اللہ کی عبادت کرو، اسے لاشریک سمجھو، پانچ نمازیں پڑھو، سنو اور اطاعت کرو، ایک بات آپ نے آہستہ کی، پھر فرمایا اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ہم میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کا اگر تازیانہ گر جاتا تو وہ کسی سے اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے طمع کا ترک، فقر اور لوگوں سے ناامیدی غنی ہے، جو لوگوں کے مال و دولت سے ناامید رہتا ہے وہ سب سے بے پرواہو جاتا ہے۔

کسی دانا سے مال داری کے معنی پوچھے گئے تو اس نے جواب دیا کہ مختصر امیدیں اور معمولی گزر ان پر راضی ہونے کا نام غنا ہے، اسی لیے کہا گیا ہے:

اَلْعَیْشُ سَاعَاتٌ تَمُرُّ وَخُطُوْبُ اَیَّامٍ تُکَرّ
اِقْنَعْ بِعَیْشِكَ تَرْضَهٗ وَاتْرُكْ هَوَاكَ تَعِیْشُ حُرّ
فَلَرُبَّ حَتْفٍ سَاقَهٗ ذَهَبٌ وَّ یَاقُوْتٌ وَّدُرّ

۱۔ عیش کی صرف چند گھڑیاں ہیں اور کارہائے نمایاں انجام دینے کے لیے وقت کم ہے۔
۲۔ تو قناعت کر اس عیش پر جو تجھ کو حاصل ہے اور خواہشاتِ نفسانی کو چھوڑ کر آزاد ہو جا اور عیش کی زندگی بسر کر۔
۳۔ بہت سے وہ لوگ جن کو موت آئی وہ سونا چاندی اور لعل و جواہر چھوڑ کر مر گئے۔ حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ خشک روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے اور کہتے جو اس پر قناعت کرے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔

بہترین دولت

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمہارے لیے بہترین دولت وہ ہے جو تمہارے قبضے میں نہیں ہے اور قبضے میں آئی ہوئی دولت میں وہ بہترین دولت ہے جو تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے ہر دن ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! گمراہ کرنے والے بہت سے مال سے وہ معمولی مال بہتر ہے جو زندہ رہنے میں مدد دے۔ حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اے انسان تیرا بالشت بھر پیٹ تجھے جہنم میں نہ لے جائے۔ کسی دانا سے پوچھا گیا تیرا مال کیا ہے؟ اس نے کہا ظاہر میں پاکیزگی، باطن میں نیکی اور لوگوں سے ناامیدی۔

مروی ہے کہ رب ذوالجلال نے انسان سے فرمایا اگر تجھے ساری دنیا مل جاتی تب بھی تجھے اس دنیا سے دو وقت کی خوراک ملتی، اب جب کہ میں نے دنیا سے تجھے صرف خوراک دی ہے اور اس کا حساب دوسروں پر رکھ دیا ہے تو میں نے یہ تجھ پر احسان کیا ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جب تم کوئی حاجت طلب کرو تو تھوڑی مانگو، اتنا نہ مانگو کہ دوسرے پر وبال بن جاؤ کیونکہ جو کچھ تمھارا نصیب ہے وہ تمھیں ضرور ملے گا۔

بنوامیہ کے ایک حاکم نے جناب ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا جس میں ان سے کسی ضرورت کے متعلق پوچھا گیا تا کہ وہ پوری کر دیں۔ ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا، میں نے اپنی ضرورتیں اپنے مالک کی بارگاہ میں پیش کی ہوئی ہیں جن کو وہ پورا کر دیتا ہے، خوش ہو جاتا ہوں اور جن کو وہ روک دیتا ہے اس سے قناعت کر لیتا ہوں۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز دانا کے لیے باعثِ خوشی اور دکھ دور کرنے کا کا سامان ہے؟ دانا نے جواب دیا کہ دانا کے لیے سب سے بڑی خوشی نیک عمل اور غم دور کرنے میں اس کا مددگار اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔ ایک دانا کا قول ہے، میں نے لوگوں میں سب سے غمزدہ حاسد کو، سب سے بہترین زندگی والا قنات پسند کو، سب سے زیادہ مصائب پر صبر کرنے والا لالچی کو، سب سے زیادہ خوش تارکِ دنیا کو اور سب سے زیادہ پشیمان حد سے تجاوز کرنے والے عالم کو پایا ہے۔ اسی موضوع پر کہا گیا ہے:

اَرْفَهُ بِبَالٍ فَتًی اَمْسٰی عَلٰی ثِقَةٍ اِنَّ الَّذِیْ قَسَمَ الْاَرْزَاقَ یَرْزُقُهٗ
فَالْعِرْضُ مِنْهُ مَصُوْنٌ لَّا یُدَنِّسُهٗ وَالْوَجْهُ مِنْهُ جَدِیْدٌ لَیْسَ یَخْلُقُهٗ
اِنَّ الْقَنَاعَةَ مَنْ یَحْلِلْ بِسَاحَتِهَا لَمْ یَلْقَ فِیْ دَهْرِهٖ شَیْئًا یُؤَرِّقُهٗ

۱۔ جب جوان اس بات پر مکمل اعتماد کرتا ہے کہ رازقِ مطلق اسے

ضرور رزق دے گا۔
۲۔ تو اس کی عزت میلی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا چہرا کبھی پرانا ہوتا ہے۔
۳۔ جو شخص قناعت اختیار کرلیتا ہے اسے کبھی کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی اور اس پر دکھ کا سایہ نہیں پڑتا۔

حَتّٰی مَتٰی اَنَا فِیْ حَلٍّ وَّ تِرْحَالٍ وَطُوْلِ سَعْیٍ وَ اِدْبَارٍ وَّ اِقْبَالٍ
وَنَازِحِ الدَّارِ لَا انْفَكُّ مُغْتَرِبًا عَنِ الْاَحِبَّةِ لَا یَدْرُوْنَ مَا حَالِیْ
بِمَشْرِقِ الْاَرْضِ طَوْرًا ثُمَّ مَغْرِبِهَا لَا یَخْطُرُ الْمَوْتُ مِنْ حِرْصِیْ عَلٰی بَالِیْ
وَلَوْ قَنَعْتُ اَتَانِی الرِّزْقُ فِیْ دَعَةٍ اِنَّ الْقُنُوْعَ الْغِنٰی لَا كَثْرَةُ الْمَالِ

۱۔ کب تک میں اس طرح سفر کرتا رہوں گا اور زبردست جدوجہد اور یہ آمد و رفت جاری رکھوں گا۔
۲۔ میں گھر سے دور ہمیشہ دوستوں سے پوشید رہتا ہوں، انہیں میرے حالات کا علم نہیں ہوتا۔
۳۔ میں کبھی مشرق میں ہوتا ہوں اور کبھی مغرب میں، حرص کا غلبہ یوں ہے کہ میرے دل میں کبھی موت کا خیال ہی نہیں آتا۔
۴۔ اگر میں قناعت کرتا تو خوش حالی کی زندگی بسر کرتا کیوں کہ حقیقی تونگری قناعت میں ہے کثرتِ مال و دولت تونگری نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ میں اللہ تعالیٰ کے مال سے کیا کچھ لینا حلال سمجھتا ہوں؟ سنو! سردی اور گرمی کے لیے دو چادریں اور اس کے علاوہ مجھے حج، عمرہ اور غذا کے لیے قریش کے معمولی جوان کی شکم سیری کے بقدر غذا کی فراہمی، لوگو! میں مسلمانوں سے اعلیٰ اور ارفع نہیں ہوں، بخدا میں نہیں جانتا کہ اتنا لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ گویا آپ اتنی سی مقدار میں بھی شک فرمار ہے تھے کہ کہیں یہ قناعت کے دائرے سے خارج تو نہیں ہے؟

ایک بدوی نے اپنے بھائی کو حرص سے روکتے ہوئے کہا تم دنیا کے طالب ہو اور اس چیز کے مطلوب ہو جو کبھی ٹل نہیں سکتی، تم ایسی چیز کو تلاش کر رہے ہو جو پہلے ہی تمہاری ہو چکی ہے، گویا کہ غائب چیز تمہارے سامنے اور حاضر چیز تم سے منتقل ہونے والی ہے، شاید تم نے کسی حریص کو محروم اور کسی تارکِ دنیا کو رزق پاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے، اس موضوع پر کسی شاعر نے کہا ہے:

اَرَاكَ یَزِیْدُكَ الْاِثْرَاءَ حِرْصًا عَلَی الدُّنْیَا كَاَنَّكَ لَا تَمُوْتُ
فَهَلْ لَّكَ غَایَةٌ اِنْ صِرْتَ یَوْمًا اِلَیْهَا قُلْتَ حَسْبِیْ قَدْ رَضِیْتُ

۱۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا تموّل تیرے حرص کو بڑھا رہا ہے گویا کہ تو نہیں مرے گا۔
۲۔ کبھی تو اپنی حرص سے رک کر یہ بھی کہے گا کہ بس مجھے یہ کافی ہے اور میں اس قدر پر راضی ہوں۔

ایک حریص کو سبق

حضرتِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے چنڈول کو شکار کیا، چڑیا نے کہا تم میرا کیا کروگے؟ اس آدمی نے کہا ذبح کرکے کھاؤں گا۔ چڑیا نے کہا: بخدا میرے کھانے سے تمہارا پیٹ نہیں بھرے گا، میں تمہیں تین ایسی باتیں بتاؤں گی، جو میرے کھانے سے کہیں بہتر ہیں، ایک تو میں تم کو اس قید کی حالت ہی بتاؤں گی، دوسری درخت پر بیٹھ کر اور تیسری پہاڑ پر بیٹھ کر بتاؤں گی۔

آدمی نے کہا: چلو ٹھیک ہے پہلی بات بتاؤ۔ چڑیا نے کہا یاد رکھو گزری بات پر افسوس نہ کرنا، آدمی نے اسے چھوڑ دیا، جب وہ درخت پر جا کر بیٹھ گئی تو آدمی نے کہا دوسری بات بتاؤ، چڑیا نے کہا ناممکن بات کو ممکن نہ سمجھنا۔ پھر وہ اڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھی اور کہنے لگی اے بدنصیب! اگر تو مجھے ذبح کر دیتا تو میرے پوٹے سے بیس مثقال کے دو موتی نکلتے۔ یہ سن کر وہ شخص افسوس سے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہنے لگا کہ اب تیسری بات بتادے۔ چڑیا بولی تم نے تو پہلی دو کو بھلا دیا ہے۔ اب تیسری بات کس لیے پوچھتے ہو؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ گزشتہ بات پر افسوس نہ کرنا اور ناممکن چیز کو ممکن نہ سمجھنا، میں تو اپنے گوشت، خون اور پروں سمیت بھی بیس مثقال کی نہیں ہوں چہ جائیکہ میرے پوٹے میں بیس بیس مثقال کے دو موتی ہوں، یہ کہا اور وہ اڑ گئی۔ یہ انسان کے انتہائی حریص ہونے کی مثال ہے کیونکہ وہ بھی لالچ میں ناممکن کو ممکن سمجھتے ہوئے راہِ حق سے بھٹک جاتا ہے۔

جناب ابنِ سماک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، امیدیں تیرے دل کا جال اور پیروں کی بیڑیاں ہیں، دل سے امیدیں نکال دے، تیرے پاؤں بیڑیوں سے آزاد ہو جائیں گے۔

حرص کی مذمت

جناب ابو محمد الیزیدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں آیا تو وہ ایک ایسے کاغذ کو پڑھ رہا تھا، جس پر آبِ زر سے کچھ لکھا تھا، خلیفہ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیا۔ میں نے کہا امیر المومنین کوئی خاص بات

(بقیہ صفحہ نمبر 44 پر ملاحظہ مائیں)

جانیے

ازافادات: **امام احمد رضا محدث بریلوی**

ترتیب: **فرحان احمد قادری** (مصطفوی شریعہ کالج، کراچی)

Abstract: Imam Ahmad Raza was a popular religious figure among the public and ulema. Ulema, Sufi masters and judges consulted him for rulings. Likewise masses approached him for solutions to daily-life affairs. This article presents a collection of Raza's rulings on those common questions from vol.24 (new edition) of *Fatawa-e Razavia*.

امام احمد رضا مرجع خواص و عوام تھے۔ آپ کے زمانے کے علماو مشائخ، والیانِ ریاست و جج صاحبان آپ کی طرف مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ عام مسلمان بھی اپنے روز مّرہ کے معاملات میں آپ سے شرعی احکام معلوم کرتے۔ معارف رضا میں ان فتاوٰی کو "جانیے" کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس ماہ کا انتخاب فتاویٰ رضویہ کی تخریج شدہ جلد ۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بطورِ حوالہ متعلقہ صفحہ نمبر (قوسین) میں درج کردیے گئے ہیں۔

تھوڑی سی افیون مرض کی غرض سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

بضرورتِ دوا قلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ وسرور یا عقل وحواس میں تغیر وفتور اصلاً نہ پیدا ہو استعمال کرنا جائز ہے اور شوق کی راہ سے بطورِ مشغلہ کھانا جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے لت لگالیتے ہیں مطلقاً جائز نہیں اگرچہ نشہ نہ کرے اگرچہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے: بھنگ اور افیون کا کثیر استعمال جو نشہ لائے مطلقاً حرام ہے اور اس میں قلیل اگر لہو کے لئے ہے تو حرام اور اگر علاج معالجہ کے لئے ہے تو حرام نہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الاشربہ)

کھانے والے کی خاص نیت سے خدا کو خبر ہے۔ بعض دوا کا نرا بہانہ ہی کرتے ہیں، انہیں مفتی کا فتوٰی نفع نہ دے گا وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ ؕ (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) (سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ، آیت ۲۲۰)

اور اس خبیث چیز کی بدخو ہے کہ چند روز میں گھر کرلیتی ہے اور پھر چھڑائے نہیں چھوٹتی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا افیونی کرلیتی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، اطبّاء لکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی جھلّیوں میں سوراخ ہوجاتے ہیں۔ اس کے سوا دوسری کسی بلا سے نہیں بھرتے ناچار عادت ڈالنی پڑتی ہے کمانقلہ العلامۃ الشامی عن تذکرۃ داؤد الانطاکی (ردالمحتار، کتاب الاشربہ)

حتی الامکان بچے اور اگر ایسی ہی ضرورتِ شدیدہ ہو تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جُز شریک کرلیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو۔ اس تقدیر پر اس کی صورت بھی اہل لہو کی مستعمل صورت سے جدا ہوجائے گی اور موضع تہمت پر موقوف بھی نہ ہوگا، حدیث نقل کرتے ہیں: من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التھم.(جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت والی جگھوں پر نہیں جاتا)۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح)۔ حدیث میں ہے: ایاك ومایسوٴ الاذن. (اس چیز سے بچ جو کانوں کو گنہگار کرے)(مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی الغادیۃ رضی اللہ عنہ)۔ حدیث میں ہے: ایاك ومایعتذر منہ. اس کام سے بچ جس سے معذرت کرنی پڑی۔ (المستدرک للحاکم) (ص:۷۷تا۷۸)

افیون کھانی کیسی ہے؟ افیونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی ہمراہی کریں اس کی مدد کریں وہ کیسے ہیں؟

افیونی ضرور فاسق و مستحقِ عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی(سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ) اور مخالفتِ شرع میں کسی کی مدد کرنی ہمراہی یعنی خود مخالفتِ شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ۔ اور تمھیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے دین میں۔ (سُوۡرَۃُ النُّوۡر، آیت ۲)

افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانے کے علاوہ دام دیے جائیں یا نہیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ وہ ان داموں کو افیون میں صرف کرے گا۔

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ آدمی تو آدمی بھوکے کتے کا پیٹ

بھرنا باعثِ اجر ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر تر جگر والی شیٔ میں ثواب ہے۔ (صحیح البخاری، ابواب المظالم والقصاص) اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انہیں افیون میں صرف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ۔ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو (سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ، آیت ۲) (ص:۱۰۵تا۱۰۶)

جو شخص شراب پیے وہ کیسا ہے؟

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَالْمُسْلِمِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن (اے اللہ! ہمیں اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھ اپنی رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے)۔ شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہِ کبیرہ اور پینے والا فاسق فاجر ناپاک بے باک مردود وملعون مستحقِ عذاب شدید وعقابِ الیم ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرمائیں، ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں:

حدیث(۱): رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا (صحیح البخاری، کتاب الاشربہ)

حدیث(۲): (رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: یعنی جو شخص شراب کے لیے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لیے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی (جامع الترمذی، ابواب البیوع)

حدیث(۳): کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو زنا کرے یا شراب پیے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے (المستدرک للحاکم، کتاب الایمان)

حدیث(۴): کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تین شخص جنّت میں نہ جائیں گے: شرابی اور اپنے قریب رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ اور جو شرابی بے توبہ مرجائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بری جگہ سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا دوزخیوں کو ان کے فرج (شرمگاہ) کی بدبو عذاب پر عذاب ہو گی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں کی فرج سے بہے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) مسلمان! ذرا آنکھیں بند کر کے غور کر کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نگلنا، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (مسندِ امام احمد بن حنبل عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

حدیث(۵): رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح ہو گا جیسے کوئی بت پوجنے والا (مسند احمد)

حدیث(۶): رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص شراب کی ایک بوند پیے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو، اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرّہ بھی ہو تو جنّت اس پر حرام کر دی جائے گی، اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانۂ کفر کی موت مرے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (المستدرک للحاکم)

حدیث(۷): کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب کا پیے گا میں اسے اس کے بدلے جہنم کا وہ کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اس کی بخشش تک، اور جو کسی چھوٹے کو پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی پلاؤں گا اس کی بخشش تک، اور میرا جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے پاک دربار میں پلاؤں گا (مسند امام احمد) (ص:۱۰۰تا۱۰۳)

شراب کا حرام ہونا اس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ کے سڑ کر تیار ہونے کی وجہ سے؟

شراب کا شراب ہونا جوش آنے اور نشے لانے کی حالت پر موقوف ہے، دوائیں اگر سڑائی جائیں اور ان میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو وہ شراب نہ ہوں گی جیسے بعض مصفّی عرقوں میں ادویہ کی تعفین کی جاتی ہے اور بغیر سڑائے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے وہ جوش آجائے جیسے آب ونقوع انگور وخرما تربوز شکر آمیختہ اور تاڑی وغیرہ میں تو وہ شراب ہو جائے گی، پھر شراب ہو جائے تو اس کی حرمت اس قدر پینے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے بلکہ وہ نجاستِ غلیظہ اور مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک بُوند، کما حققہ الائمۃ فی عامۃ الاسفار (ص:۱۰۶)

یہاں نمکین بسکٹوں میں منشی تاڑی (شراب کی قسم) بغرضِ خمیر ملائی جاتی ہے شیریں میں ہیں مگر میدہ گوندھنے کے برتن دونوں کے ایک ہی ہیں اور وہ تختہ جس پر بسکٹ بنائے جاتے ہیں وہ بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ نمکین بسکٹ کے سیر بھر آٹے میں پاؤ بھر تاڑی ملائی جاتی ہے۔ ایسے نمکین بسکٹ کا

کھانا جائز ہے یا نہیں اور شیریں کا کیا حکم ہے؟

جو بھی چیز نشہ رکھتی ہو مذہبِ صحیح میں اس کا قطرہ قطرہ نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے۔ ھٰذا ھو قول محمد وھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی پس صورتِ مستفسرہ میں نمکین بسکٹ مطلقاً حرام و نجس ہیں، اور شیریں میں تین صورتیں، اگر ثابت ہو کہ ان کے میدہ یا خمیر میں بھی اس نجاست کے اجزاء ضرور مخلوط ہوتے ہیں تو یہ بھی حرام و ناپاک، اور اگر تحقیق ہو کہ یہ محفوظ رہتے ہیں۔ مثلاً انہیں التزام ہے کہ جب نمکین کے بعد شیریں بناتے ہیں تو دست و ظروف کو بقدر کافی دھو ڈالتے ہیں اس کے بعد شیریں کا میدہ گوندھتے بناتے ہیں اگرچہ اس دھونے سے ان کی نیتِ تطہیر نہ ہو بلکہ صرف اس خیال سے کہ ان میں نمکینی نہ آجائے یا اور کسی وجہ سے یہ دھونا ایسا واقع ہوتا ہے کہ نجاست کے اجزا دست و ظروف سے زائل ہوجاتے ہیں تو شیریں مطلقاً حلال وطیب، اور اگر مشکوک و محتمل ہو مثلاً ایک دن میں جس قدر یکے بعد دیگرے بنتے ہیں ان میں تو شست و شو نہیں ہوتی تو ناکافی و نا قابلِ تطہیر، مگر دوسرے دن جو بنانا شروع ہوتا ہے تو رات کے باسی برتن خوب دھولیے جاتے ہیں اور ہمیشہ پہلے نمکین بنانے کا التزام نہیں بلکہ کبھی نمکین کبھی شیریں سے ابتدا کرتے ہیں تو اس صورت میں شیریں کا معاملہ محتمل رہا، ممکن کہ بعدِ تطہیر پہلے ہی بنے ہوں، ممکن کہ پہلے نمکین بن کر یہ بلا تطہیر بنائے گئے اور ان میں اجزائے نجاست مل گئے ہوں، اس تقدیر پر جن خاص میٹھوں کی نسبت معلوم ہو کہ ان میں خلط نجاست واقع ہوا وہ حرام جن کی نسبت تحقیق ہو کہ ان میں نہ ہوا وہ طیب حلال جن کی نسبت کچھ علم ہوا انہیں حرام یا ناپاک نہیں کہہ سکتے، فان الاصل ھو الحل والطھارۃ فلا یعارضہ الاحتمال ولیس للیقین بالشك زوال۔

ان کا حکم ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی، دودھ، دہی، ملائی وغیرہا اشیا کا ہوگا کہ کھانا حلال اور بچنا بہتر، فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز، یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نمکین میں انہیں مسکر تاڑی ڈالنے کا التزام ہو؛ خواہ یوں کہ بازار میں مسکر ہی ملتی ہے وہ وہیں سے لیتے ہیں یا یوں کہ جس غرض سے ڈالتے ہیں وہ مسکر ہی سے حاصل ہوتی ہے غیر مسکر کام نہیں دیتی، اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں بلکہ وہ کبھی مسکر کبھی غیر مسکر ہر قسم کی تاڑی ڈالا کرتے ہیں کوئی خاص التزام نہیں تو اب نمکین بسکٹوں پر مطلقاً حرمت کا حکم نہیں بلکہ ان کا حال وہ ہوگا جو صورتِ ثالثہ میں شیریں کا تھا کہ جس خاص کا حال معلوم حکم معلوم ورنہ کھانا روا بچنا اولیٰ۔ تاڑی چند ساعت دھوپ کی حرارت پاکر جوش لاتی ہے اور مسکر ہوجاتی ہے یا جس گھڑی میں لی گئی اس میں پہلی تاڑی کا اثر ہو تو اپنی شدّتِ لطافت کے سبب یوں بھی سکر (نشہ) لے آتی ہے ورنہ اگر کورا گھڑا وقتِ مغرب باندھیں اور وقتِ طلوع اتار کر اسی وقت استعمال کریں تو اس میں جوش نہیں آتا یہ اگر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ حلال وطاہر ہوتی ہے جب جوش لائی ناپاک و حرام ہوئی، پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد بھی اس کی یہ حالت دیرپا نہیں رہتی بلکہ کچھ مدت کے بعد ترش ہوکر سرکہ ہوجاتی ہے جس طرح تذکرہ طبیب داؤد انطاکی میں نارجیل کی نسبت ہے: کبھی اس کا گابھا یا ٹہنی فاسد ہوجاتے ہیں اور کوزے کا دہانہ بند ہوجاتا ہے تو اس سے دودھ بہنے لگتا ہے جس کو سیندھی کہا جاتا ہے اس کی حلاوت اور چکنائی ایک دن باقی رہتی ہے۔ اس کے افعال شراب سے زیادہ سخت ہوتے ہیں اور یہ اس سے بہتر ہے پھر یہ تند و تیز سرکہ بن جاتا ہے۔ (تذکرۃ اولوا الالباب لداؤد انطاکی) مگر میر محمد مومن کے لفظ تحفہ میں یہ ہیں: اس کی حلاوت ایک دن باقی رہتی ہے پھر وہ ترش سرکہ بن جاتا ہے۔ (تحفۃ المؤمنین علٰی ھامش مخزن الادویۃ تحت لفظ نارجیل)

لیکن سرکہ ہوجانے اور مثل سرکہ تُرش ہوجانے میں فرق ہے، غرض اگر ثابت ہو کہ تاڑی ایک وقت تک مسکر نہیں ہوتی یا ایک وقت کے بعد مسکر نہیں رہتی اور انہیں خاص مسکر ہی کے ڈالنے کا التزام نہیں بلکہ دونوں طرح کے استعمال کرتے ہیں جب تو حکم یہ ہے، اور اگر ثابت ہوا کہ اس مدتِ مقررہ کے بعد اس کے اجزا خواہی نخواہی سرکہ ہوجاتے ہیں اگرچہ آٹے میں مل کر تنور میں پک چکے ہوں تو اس مدت کے گزرنے پر بسکٹ مطلقاً حلال ہوجائیں گے، لان الحرمۃ کانت لمجاور وقد تبدل عینہ قال فی الدر المختار لو عجن خبز بخمر صب خل فیہ حی یذھب اثرہ فیطھر فی ردالمحتار لانقلاب مافیہ من اجزاء الخمر خلا۔ کیونکہ حرمت مجاور کی وجہ سے ہے اور اس کا عین بدل گیا ہے اور در مختار میں ہے اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی حتّٰی کہ شراب کا اثر جاتا رہا تو وہ پاک ہوجائے گی۔ ردالمحتار میں ہے اس لیے کہ اس کی حقیقت بدل کر سرکہ بن گئی ہے۔ اور اگر یہ امور ناثابت ہوں تو حکم وہی ہے کہ اوّل مذکور ہوا۔ (الدرالمختار، کتاب الطہارت) (ص:۹۸ تا ۱۰۰)

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سہ روزہ ر نواں فقہی سیمینار

محمد یونس رضا مونس اویسی (ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، انڈیا)

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا فقہی سیمینار ہر سال منعقد ہوتا ہے جس میں ہندوستان کے مشاہیر مفتیانِ کرام شرکت کرتے ہیں۔ سیمینار پہلے سے طے شدہ عناوین وموضوعات پر ہوتا ہے۔ کونسل کے سامنے سوالات پیش کرنے کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ موضوع سے متعلق پسِ منظر، متعلقہ طریقہ کار کی تفصیل، دورِ جدید میں موضوع سے متعلق فقہی پیچیدگیاں بیان کی جاتی ہیں۔ تمام تفصیلات پیش کرنے کے بعد سوالات قائم کیے جاتے ہیں جن کے جواب شرعی کونسل سے مطلوب ہوتے ہیں۔ کونسل میں شرکت کرنے والے مندوبین ان موضوعات و سوالات کی تیاری پہلے سے کرکے آتے ہیں اور اپنے تحریری مقالات ساتھ لاتے ہیں۔ مقالات پیش ہو جانے کے بعد مندوبین موضوع پر بحث کرتے ہیں تاکہ متفقہ فیصلے پر پہنچا جاسکے۔ فیصلے پر کونسل کے مندوبین اور کونسل کے فیصل بورڈ کے اراکین دستخط کرتے ہیں۔ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی کے علاوہ مجلس شرعی مبارکپور بھی اسی طرح اجتماعی فیصلوں کے لیے ہر سال فقہی سیمینار منعقد کرتی ہے۔ اہمیت کے پیشِ نظر ان سیمیناروں کی رپورٹس ماہنامہ معارف رضا میں شائع ہوتی ہیں۔ پیش نظر صفحات پر شرعی کونسل کے نویں سیمینار کی رپورٹ اور سوالات و فیصلوں کو مختصراً شائع کیا جارہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس طرح کی مجالس مفتیان اہل سنت پاکستان میں بھی قائم کریں یا پاکستان سے مفتیان کرام کی ان مجالس و سیمیناروں میں شرکت کی راہ نکالی جائے۔ (عبید)

مرکز اہل سنت ''بریلی شریف'' میں نت نئے مسائل کے حل کے لئے عالم اسلام کی عبقری شخصیت، فخر عرب و عجم، سراج المفسرین، شیخ المحدثین، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مد ظلہ لعالی نے ''شرعی کونسل آف انڈیا'' قائم فرمائی ہے، جس کے تحت اب تک اہل سنت کے مایہ ناز علمی قلعہ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' بریلی شریف میں مختلف جدید موضوعات و عناوین پر ۹ر فقہی سیمینار ہو چکے ہیں جو ۲۷ر عناوین پر مشتمل ہیں۔ وہ تمام سوالات مع فیصلے ہر سال ماہنامہ سنی دنیا (بریلی) اور رپورٹ و فیصلے دیگر سنی رسائل و جرائد میں شائع کر دیئے جاتے ہیں۔ راقم نے ۲۱ر عناوین و موضوعات کو الگ سے مرتب کر دیا ہے جو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مرکز کی ویب سائٹ www.hazrat.org پر بھی تمام تر تفصیلات کے ساتھ دستیاب ہے۔

یہ نواں سہ روزہ فقہی سیمینار بھی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے وسیع و عریض علامہ حسن رضا ہال میں ۱۲، ۱۱، ۱۰ر رجب المرجب ۱۴۳۳ھ ر ۳، ۲، ۱ر جون ۲۰۱۲ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار انعقاد پذیر ہوا جس میں مندرجہ ذیل تین عناوین زیر بحث رہے۔

(۱) مدارس میں لی جانے والی فیس کی شرعی حیثیت۔

(۲) میڈیکل لیباریٹری اور اطبا کے مابین کمیشن کا شرعی حکم۔

(۳) شوال میں عمرہ کرنے والوں پر استطاعت کے بغیر حج کی شرعی حیثیت سہ روزہ فقہی سیمینار پانچ نشستوں پر مشتمل تھا جن کی سرپرستی گل گلزار برکاتیت حضرت سید امین میاں قادری برکاتی واسطی، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، رفیق ملت حضرت سید نجیب میاں قادری برکاتی واسطی، مارہرہ مطہرہ، جانشین فاتح بلگرام رئیس الاتقیاء حضرت علامہ سید اویس مصطفی قادری واسطی، بلگرام شریف، امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا رضوی، مفتی اعظم ایم پی مد ظلہم العالی نے فرمائی جبکہ ہر نشست کی صدارت و نظامت مندرجہ ذیل حضرات نے فرمائی۔

نشست اول: حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا مد ظلہٗ صدر اور حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری ناظم۔

نشست دوم: محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مد ظلہٗ صدر اور مولانا اختر حسین رضوی جمداشاہی ناظم۔

نشست سوم: حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب مد ظلہٗ صدر اور حضرت مولانا آل مصطفی صاحب گھوسی ناظم۔

نشست چہارم: حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مد ظلہٗ صدر اور حضرت مولانا محمد شمشاد احمد صاحب گھوسی ناظم۔

نشست پنجم: شہزادہ صدر الشریعہ مفتی بہاء المصطفیٰ مد ظلہٗ صدر اور حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ ناظم۔

نشست اول کی صدارت حضور تاج الشریعہ مد ظلہ العالی کے درمیان مجلس سے تشریف لے جانے پر حضرت مفتی قدرت اللہ

صاحب نے کی۔ پہلی نشست میں ناظم اجلاس نے تلاوت کلام پاک و نعت پاک سے مجلس کا آغاز کرایا اس کے بعد شرعی کونسل آف انڈیا کے ناظم اعلیٰ شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا قادری صاحب، بریلی شریف نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اس کے بعد حضرت تاج الشریعہ مدظلہ کا تحریر کردہ خطبہ صدارت، حضرت مفتی محمد شعیب رضا صاحب نے پیش کیا اس کے بعد محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب نے خطبۂ تنقیح پیش کیا جس میں مذکورہ عناوین پر مقالات پڑھ کر خلاصہ، مندوبین کو نصیحت اور اپنا نظریہ پیش فرمایا اس کے بعد عنوان اول پر مندوبین کرام نے پرزور بحث کی۔ اسی طرح ہر مجلس کا آغاز تلاوت کلام مجید و نعت پاک سے ہوا اور متعین موضوعات پر مندوبین کرام کے درمیان بھرپور بحثیں ہوئیں بعد بحث فیصلے صادر ہوئے جس پر جملہ مندوبین کرام کے دستخط ثبت ہیں ارکان فیصل بورڈ نے بھی ان پر دستخط فرمادیا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے بھی مندوبین کرام کے مقالات سن کر ایک پرمغز مقالہ تحریر فرمایا جسے مفتیان کرام نے بہت پسند فرمایا، پہلی مجلس کے علاوہ ہر مجلس کے اختتام پر حضرت تاج الشریعہ مدظلہ نے دعا فرمائی مجلس پنجم میں مندوبین کرام نے تحریری تاثرات بھی عنایت فرمائے بعدہٗ صلوٰۃ و سلام اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ حضرت علامہ سید شاہد علی صاحب رامپور، حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ صاحب امرڈوبھا، حضرت مفتی محمد ناظم علی صاحب مبارکپور، حضرت مفتی محمد حبیب اللہ صاحب پچپیڑوا، حضرت مفتی شہاب الدین صاحب براؤں شریف، حضرت مفتی اختر حسین جہدا شاہی، حضرت مفتی عالمگیر صاحب جودھپور، حضرت مفتی آل مصطفیٰ صاحب، حضرت مفتی شمشاد احمد صاحب، حضرت مفتی فیضان المصطفیٰ صاحب گھوسی، حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب، حضرت مفتی رفیق عالم صاحب، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب، وغیرہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ جامعۃ الرضا کے مدرسین، اسٹاف اور طلبا کی مندوبین کرام نے بیحد تحسین فرمائی، یہ سبھی حضرات مجسم خدمت بنے رہے، یہ فیصلے ویب سائٹ پر بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

مدارس میں فیس کی شرعی حیثیت

(۱) داخلہ فارم کی لین دین کا معاملہ کس عقد شرعی کے تحت آتا ہے، بیع ہے یا اجارہ یا کچھ اور؟ اگر بیع ہے تو یہاں مبیع کیا ہے؟ اس کی بیع صحیح ہے یا فاسد یا باطل؟

(۲) داخلہ فیس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اجارہ ہے یا تبرع؟ اگر یہ اجرت ہے تو یہ کس کی اجرت ہے؟ بہ ہر صورت یہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) بنام مطبخ فیس طلبہ دین سے جو رقم وصول کی جاتی ہے، شرعاً اس کی حیثیت کیا ہے؟ یہ رقم کھانے کی قیمت ہے یا قیام و طعام کی اجرت؟ اس کی بیع و اجارہ صحیح ہے یا فاسد؟، بہر حال طلبہ علوم دینیہ سے اس کی اجرت و قیمت لینا کیا جائز ہے؟ جب کہ مدارس میں عموماً طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام عوامی چندے سے کیا جاتا ہے۔

(۴) تجدید داخلہ فیس کس کا عوض ہے؟ یہ معاملہ عقود شرعیہ میں سے کس کے تحت آتا ہے؟

(۵) سند و مارکشیٹ مال ہے یا وثیقہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۶) امتحان فیس یوں ہی فاروڈنگ فیس لینے دینے کا معاملہ کس عقد شرعی میں داخل ہے؟ بیع ہے، اجارہ، تبرع ہے یا کچھ اور؟ بہر حال اس کا لینا کیسا ہے؟

(۷) رخصت گذار کر بلا اطلاع تاخیر سے مدرسہ پہنچنے والے طلبہ سے جو رقم لی جاتی ہے شرعی پر وہ رقم جرمانہ ہے یا کچھ اور، پھر کیا اس کا لینا جائز ہے؟

(۸) ان تمام معاملات میں مستطیع و غیر مستطیع دونوں قسم کے طلبہ سے فیس وصول کرنے کا حکم یکساں ہوگا یا الگ الگ؟

(۹) فقہا متاخرین نے دینی امور کے تحفظ و بقا کے لیے تعلیم قرآن، امامت و اذان وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے، اسی طرح سے نظام تعلیم کو منظم و مستحکم کرنے کے لیے کیا مذکورہ فیس لینے کی اجازت ہوگی؟ عدم جواز کے صورت میں ان معاملات سے حاصل شدہ رقوم کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱۰) کیا مدارس کی استطاعت مالی کم یا مفقود ہونے کی صورت میں احکام میں فرق ہوگا یا نہیں؟

(۱۱) مذکورہ معاملات میں کل یا بعض کے عدم جواز کی صورت میں اگر اس کے جواز کا کوئی حیلہ ہو تو اسے بھی قلم بند فرمائیں۔

فیصلے

ا۔ داخلہ فارم اگرچہ مال ہے مگر اس کی بیع دلالۃً عدم رضائے متعلم کی وجہ سے ناجائز ہے جیسے مقدمہ کی نالش کے لئے اسٹامپ پیپر کی بیع ناجائز ہے۔ یہی حال داخلہ فارم کی بیع کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲/۴۔ داخلہ فیس اجازت تعلم کے لئے ہوتی ہے اور اذن تعلم بیع واجارہ کے قابل نہیں اس لئے داخلہ فیس لینا ناجائز ہے۔ یہی حکم تجدید داخلہ فیس کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ مطبخ فیس: جو طلبہ معاوضۂ خوراک کے نام پر روپئے مدرسہ میں جمع کرتے ہیں وہ ناظم کو اس رقم سے اپنے کھانا تیار کرنے کا وکیل عام بناتے ہیں کہ ناظم ان کے کھانے کا انتظام کرے خواہ وہ معاوضہ دینے والے اور معاوضہ نہ دینے والے کے کھانوں کا انتظام ایک ساتھ کرے یا الگ الگ کرے، بہر صورت وہ رقم لینا جائز ہے خواہ معاوضہ دینے والا طالب علم کھانا تیار ہونے کے بعد کھانا کھائے یا نہ کھائے البتہ اگر اس نے مدرسہ سے غیر حاضر رہنے کی رخصت لے لی ہو یا کھانے کی تیاری سے پہلے کھانا تیار کرنے سے منع کر دیا ہو یا کسی سبب سے اس کا کھانا کسی روز تیار نہ کیا گیا ہو تو ان دنوں کا معاوضۂ خوراک واپس کیا جائے یا آئندہ کے حساب طعام میں ضم کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ سند ومارک شیٹ مالِ متقوم نہیں ہے بلکہ یہ ایک وثیقہ اور علمی لیاقت کی دستاویز ہے۔ البتہ سند سازی ایک عمل ہے اس کی اجرت لینا جائز ہے اس اعتبار سے سند سازی کی عرفاً جو اجرت ہوتی ہے طلبہ سے لینا جائز ہے۔ اور یہ تصریحاً یا دلالۃً عقد اجارہ ہے۔ بہار شریعت میں ہے: ''مفتی فتویٰ لکھنے کی یعنی تحریر وکتابت کی اجرت لے سکتا ہے نفس فتویٰ کی اجرت نہیں لے سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کاغذ پر اتنی عبارت کسی دوسرے سے لکھواؤ تو جو کچھ اس کی اجرت عرفاً دی جاتی ہے وہ مفتی بھی لے سکتا ہے۔'' (بہار شریعت ج۱۴ ص۱۶۷) تنویر الابصار ورد المحتار میں ہے: یستحق القاضی الأجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ کالمفتی فإنہ یستحق أجر المثل علی کتابۃ الفتوی لأن الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان۔ واللہ تعالیٰ اعلم (در مختار کتاب الإجارۃ باب فسخ الإجارۃ)

۶۔ (الف) مدرسہ بورڈ کے امتحانات کے پرائیویٹ امیدواران کے فارم کو فارورڈ کرنا اگر صدر المدرسین کے واجبات ملازمت میں داخل ہے تو اس پر اجرت لینا جائز نہیں کہ اس کام کی اجرت اس کی تنخواہ میں محسوب ہے، اور اگر فارورڈ کرنا اس کی ذمہ داری میں داخل نہیں ہے تو صدر المدرسین فارورڈ کرنے پر متعارف اجرت طے کرے ورنہ اجر مثل کا مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) مدرسہ کے اندرونی امتحانات لوازمات تعلیم سے ہیں جو مدرسے کے فرائض میں داخل ہیں اور اس کی فیس لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۷۔ جو طلبہ ختم رخصت کے بعد دیر سے آتے ہیں ان سے لیٹ فیس کے نام پر لی جانے والی رقم ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے اس کا لینا ناجائز ہے البتہ تادیبی کارروائی کے طور پر چند روز ان کا کھانا بند کر دیں پھر اگر وہ مدرسہ میں کھانا چاہیں تو کھانے کا عوض لیا جا سکتا ہے، اور اگر طالب علم پہلے سے ہی معاوضۂ خوراک دے کر کھاتا تھا تو اس کے معاوضۂ خوراک میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں یا کوئی دوسری تادیبی کارروائی کی جائے البتہ معاوضۂ خواراک لینے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہوگا کہ معاوضۂ خوراک وہی لیا جائے جو واقع میں معاوضہ ہوتا ہو اس سے زائد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸۔ فیس کے معاملہ میں جواز اور عدم جواز کا جو حکم مذکور ہوا وہ مستطیع اور غیر مستطیع طلبہ دونوں کے لئے یکساں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۔ نظام تعلیم کو مستحکم ومنظم کرنے کے لئے مذکورہ ناموں سے فیس لینے کے سلسلہ میں جن کا جواز مذکور ہوا وہ جائز ہیں اور جن کا عدم جواز بیان کیا جا چکا وہ ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۔ مدارس کی استطاعت مالی کے کم یا مفقود ہونے سے احکام مذکورہ میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱۔ حیلہ جوئی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوال میں عمرہ کرنے والوں پر حج کی شرعی حیثیت

(۱) جس شخص نے ابھی حج فرض ادا نہ کیا ہو وہ اگر ماہ شوال میں عمرہ کرے تو کیا اس پر حج فرض ہو جاتا ہے؟ جب کہ اس کے پاس ایام حج تک وہاں ٹھہرنے اور کھانے پینے کی استطاعت نہ ہو، اور اس کے پاس وہاں ٹھہرنے کے لیے سعودی عرب کا ویزا بھی نہ ہو۔ اگر وہ حج کیے بغیر واپس آ گیا تو کیا اس کے ذمہ حج فرض ہوگا؟ کیا اس پر لازم ہے کہ

وہ کسی سے قرض لے کر یا کسی بھی طرح حج کرے؟ اگر اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو کیا وہ شخص گنہگار ہو گا؟

(۲) شخص مذکور نے اگر ماہ شوال میں عمرہ کیا، اور اس کے پاس ایام حج تک وہاں ٹھہرنے کے لیے سعودی ویزا تو ہے مگر ایام حج تک اس کے خود کے کھانے پینے کی استطاعت نہیں، تو کیا ایسی صورت میں اس پر حج کرنا فرض ہو گا؟

(۳) شخص مذکور نے ماہ شوال میں عمرہ کیا، اور ایام حج تک کا س کے پاس سعودی ویزا بھی ہو، اور اپنے کھانے پینے کی استطاعت بھی ہو، مگر اہل وعیال کے قدر متوسط نفقہ کی اس کے پاس استطاعت نہیں تو کیا ایسی صورت میں اس پر حج کرنا فرض ہو گا؟

(۴) حج بدل کرنے والے نادار فقیر پر کیا اپنا حج کرنا فرض ہے؟ کہ وہ مکہ مکرمہ میں سال بھر رکے، دوسرے سال حج ادا کرے؟۔ اور اگر واپس آگیا تو کیا دوسرے سال اس پر حج کے لیے جانا فرض ہو گا؟ جب کہ وہ نادار و فقیر ہے؟

(۵) جو شخص رمضان شریف میں عمرہ کو گیا اور مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہی عید الفطر کا چاند نظر آگیا تو کیا اس پر اس سال حج فرض ہو گیا؟

(٦) رمضان شریف میں عمرہ کو جانے والا اگر ایام حج تک رکنے (ویزا) اور قیام وطعام کی استطاعت نہیں رکھتا تو کیا اس پر لازم ہے کہ یکم شوال سے پہلے حدود حرم یا میقات سے باہر ہو جائے؟

فیصلے

۱۔ کسی شخص نے ماہ شوال میں عمرہ کیا اور اس کے پاس ایام حج تک وہاں ٹھہرنے اور کھانے پینے کی استطاعت نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ، یونہی اہل و عیال کے نفقہ پر قدرت نہ ہو جب بھی حج فرض نہیں کہ استطاعت زاد اور نفقۂ عیال شرط وجوب ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ومنها القدرة على الزاد والراحلة وتفسير ملك الزاد والراحلة أن يكون له مال فاضل عن حاجته وهو ماسوى مسكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه إلى مكة ذاهباً وجائياً وراكباً لاما شياً وسوى ما يقضى به ديونه ويمسك لنفقة عياله ومرمة مسكنه إلى وقت انصرافه كذا في محيط السرخسي ويعتبر في نفقته ونفقة عياله الوسط من غير تبذير وتقتير كذا في التبيين، والعيال من تلزمه نفقته كذا في البحر الرائق۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۱۷) وفي الينابيع يجب الحج على اهل مكة ومن حولها ممن كان بينه وبين مكة اقل من ثلثة أيام إذا كانوا قادرين على المشي وإن لم يقدروا على الراحلة ولكن لابد أن يكون لهم من الطعام مقدار ما يكفيهم وعيالهم بالمعروف إلى عودهم كذا في السراج الوهاج۔ (بحوالۂ سابق)

رد المحتار میں لباب سے ہے: الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۹)

یہاں بعض لوگوں کو خانیہ کی عبارت "ان المكي يلزمه الحج ولو فقيراً لازادله" سے دھوکہ ہوا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ مکی کے لئے زاد پر عدم قدرت کے باوجود حج فرض ہو جاتا ہے اور فقیر آفاقی مکی کے حکم میں ہے تو زاد پر قدرت شرط نہیں۔ یہ خانیہ کی عبارت کو مطلق ماننے کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ وہ مقید ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ ابن ہمام نے نظر پیش فرمائی اور یہ بتایا کہ یہاں مکی سے مراد وہ ہے جس کے لئے راستے میں اکتساب زاد ممکن ہو اسی کو علامہ شامی نے نقل فرمایا اور برقرار رکھا: والحاصل أن الزاد لابد منه ولو لمكي كما صرح به غير واحد كصاحب الينابيع والسراج وفي الخانية والنهاية من أن المكي يلزمه الحج ولو فقيرا لازادله، نظرفيه ابن الهمام الا أن يراد ما إذا كان يمكنه الاكتساب في الطريق۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۸) تو جو مکی راستہ میں اکتساب زاد پر قادر ہے اس پر حج فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ (الف) جو شخص کھانے پینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اگرچہ اس کے پاس حج تک کا ویزا ہو اس پر حج فرض نہ ہو گا لعدم استطاعة الزاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) جو غنی مکہ مکرمہ میں ہے اور ایام حج تک وہاں ٹھہرنے کا ویزا نہیں۔ اور شوال کا ہلال ہو چکا ہو، تو شرائط وجوب ادا پائے جانے کی وجہ سے اس پر حج کی ادائے گی واجب ہو گی اور وہ حکم محصر میں ہو گا، اور منع من السلطان کی وجہ سے وہ سال رواں حج نہ کر سکے تو گنہگار نہ ہو گا۔ البتہ سال آئندہ ادائے گیٔ حج لازم ہو گی اور اگر کسی عذر کی وجہ سے خود حج نہ کر سکے تو حج بدل یا وقت اخیر میں وصیت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ حج بدل کرنے والا اگر غنی ہے اور اس نے ابھی اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے تو اسے دوسرے کی طرف سے حج کرنا مکروہ تحریمی ہے ، لیکن اگر اس نے دوسرے کی جانب سے حج کر لیا تو آمر کا حج ادا ہو جا

ئے گا اور غنی ہونے کی وجہ سے خود اس پر بھی ادائے گئی حج لازم ہو گی اور از خود حج نہ کر پانے کی صورت میں حج بدل کرانا یا وقت اخیر میں وصیت کرنا واجب ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ حج بدل کرنے والا اگر فقیر ہے اور اس نے دوسرے کی طرف سے حج کیا تو آمر کی جانب سے بلا کراہت حج فرض ادا ہو گیا۔

لیکن کیا ایسے فقیر پر مکہ مکرمہ میں آئندہ حج تک قیام کرنا یا سال آئندہ وطن سے واپس آکر حج کرنا واجب ہو گا اس پر بحث ہوئی اور طے ہوا کہ علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ وہاں قیام کرنے کا حکم دینے میں سخت حرج و مشقت ہے کہ سال بھر تک گھر اور بال بچوں سے دور رہنے میں حرج عظیم ہے، اور واپس آکر حج کرنے کا حکم دینا تکلیف مالا یطاق ہے۔ لہٰذا اسے مکہ میں قیام کا یا واپس آکر حج کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس پر حج فرض نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

وأفتى سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه وألف فيه رسالة لأنه فى هذا العام لايمكنه الحج عن نفسه لأن سفره بمال الآخر ويحرم عن الآمر ويحج عنه وفى تكليفه بالإقامة بمكة إلى قابل ليحج عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم وكذا فى تكليفه بالعود وهو حرج عظيم ايضاً وما فى البدائع فإطلاقه الكراهة المنصرفة إلى التحريم يقتضى أن كلامه فى الصرورة الذى تحقق الوجوب عليه من قبل كما يفيده ما مر عن الفتح۔ (رد المحتار ج۴ ص ۲۲ باب الحج عن الغیر) واللہ تعالیٰ اعلم

۵/۶۔ رمضان شریف میں کوئی شخص عمرہ کو گیا اور اس کے پاس ایام حج تک کا نہ ویزا ہے نہ اسے قیام و طعام کی استطاعت ہے تو اسے یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ قبل شوال وہ حدود حرم یا میقات سے باہر آجائے کہ شرائط حج مفقود ہونے کی وجہ سے اس سے وجوب حج متعلق ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میڈیکل لیباریٹری اور اطبا کے مابین کمیشن کا شرعی حکم

تحصیل مال کے مروجہ طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے، جس کا تعلق میڈیکل لیباریٹری اور اطبا (ڈاکٹر) سے ہے، پہلے زمانے میں مرض کی تشخیص قارورہ یا اس جیسی چیزوں کو دیکھ کر کی جاتی تھی اور اس طرح اطبا اپنے تجربہ کی بنا پر مرض کی تشخیص پھر اس کے ازالہ کی خود ہی تدبیر کرتے تھے۔ لیکن موجودہ دور سائنس و ٹکنالوجی کا دور ہے، اب مرض کی تشخیص کا تجربہ پر مبنی قدیم طریقہ متروک ہو چکا ہے اور اس کی جگہ لیباریٹری اور سائنسی آلات نے لے لی ہے، جن کا مرض کے انکشاف میں کلیدی رول ہوتا ہے، ڈاکٹر اہم بیماریوں کی تشخیص از خود نہیں کر پاتا بلکہ اس کے لئے لیباریٹری کی مدد لینا ناگریز سمجھتا ہے، ان لیباریٹری سائنسی آلات کے مختلف نام ہوتے ہیں، مثلاً ایکسرے مشین، الٹرا ساؤنڈ، بلڈ ویورین، ٹسٹ مشین وغیرہ، ان مشینوں کے چلانے والے بالعموم وہ اطبا (ڈاکٹر) نہیں ہوتے جو دوا علاج کرتے ہیں، نسخہ لکھتے ہیں۔ بلکہ ان مشینوں سے متعلق علم و تجربہ رکھنے والے الگ ہوتے ہیں جنہیں پیھتولجسٹ (Pathologist) وغیرہ کہا جاتا ہے، جب مریض کسی ڈاکٹر و طبیب کے پاس پہونچتا ہے، اور ڈاکٹر محض ظاہری علامات واحوال سے مرض کی تشخیص نہیں کر پاتا یا انہیں اپنی تشخیص پر اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو وہ ایک مخصوص کاغذ یا سادے کاغذ میں چیک اپ (Checkup) کے لئے کسی خاص لیب (Lab) کا پتہ دیتا ہے، مریض وہیں جاتا ہے اور الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے یا بلڈ ٹسٹ وغیرہ کرا کے اس کی رپورٹ لے کر متعلقہ ڈاکٹر کے پاس پہنچتا ہے۔ اس قسم کے لیب چونکہ متعدد ہوتے ہیں اور رفاہی نہیں بلکہ کاروباری نوعیت کے ہوتے ہیں مریض جتنی تعداد میں جانچ کراتے ہیں میڈیکل لیباریٹری والوں کو اتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اس لئے ڈاکٹروں اور جانچ کرنے والوں میں ایک خفیہ معاہدہ ہوتا ہے، وہ ہے کمیشن کا معاہدہ جس میں جانچ فیس کے تناسب سے ڈاکٹر کو کمیشن ملتا ہے، اور کمیشن کی مقدار باہم رضامندی سے طے ہوتی ہے، جب مریض الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے، یا خون پیشاب وغیرہ کی رپورٹ لے کر ڈاکٹر کے پاس پہنچتے ہیں، تو ڈاکٹر طے شدہ کمیشن لیب والے سے لیتے ہیں۔ مذکورہ تفصیل کی روشنی میں چند سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

(۱) اطبا (ڈاکٹروں) کا لیباریٹری سے یہ کمیشن لینا ایجنٹی و دلالی ہے یا اجارہ یا کچھ اور؟ اور بہر صورت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو اس کے جواز کا کوئی حیلہ آپ کی نظر میں ہے یا نہیں۔

(۲) اسی ضمن میں یہ سوال بھی ہے کہ ڈاکٹر نسخہ لکھ کر مریض کو دیتے ہیں اور کسی مخصوص میڈیکل اسٹور کا پتہ بتاتے ہیں، جہاں سے ڈاکٹر کو کمیشن ملتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور وہ جائز ہے یا نہیں؟۔ بینوا و توجروا

فیصلے

۱۔ ڈاکٹر مریض کو کسی خاص لیب کا پتہ بتا کر لیب والوں سے کمیشن حاصل کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کیوں کہ یہ کمیشن اجارۂ مطلقہ نہیں بلکہ دلالی ہے۔ لیکن اس دلالی کے عوض ڈاکٹر کا کمیشن لینا درست نہیں کہ وہ کسی عمل کا بدل نہیں وہ محض ایک صلاح یا رہنمائی ہے جس پر وہ اجرت کا مستحق نہیں۔ رد المحتار میں ہے: الدلالة والاشارة لیست بعمل یستحق به الأجر۔ (ج۹ص ۱۳۱کتاب الاجارہ) فتاویٰ رضویہ میں ہے: اگر کارندہ نے اس بارے میں جو محنت وکوشش کی وہ اپنے آقا کی طرف سے تھی، بائع کے لئے کوئی دوا دوش نہیں، اگرچہ بعض زبانی باتیں اس کی طرف سے بھی کی ہوں، مثلاً آقا کو مشورہ دیا کہ یہ اچھی چیز ہے، خرید لینی چاہئے یا اس میں آپ کا نقصان نہیں، اور مجھے اتنے روپئے مل جائیں گے اس نے خرید لی جب تو یہ شخص عمرو بائع سے کسی اجرت کا مستحق نہیں کہ اجرت آنے جانے محنت کرنے کی ہے، نہ بیٹھے بیٹھے دوچار باتیں کہنے، صلاح بتانے، مشورہ دینے کی۔ (فتاویٰ رضویہ ج۸ص۱۴۶) خانیہ میں ہے: قال ابو القاسم البلخی ان کان الدلال عرض و تعنی وذهب فی ذلك دوزکاره کان له اجر مثله بقدر عناۂ و عمله۔ واللہ تعالیٰ اعلم (خانیہ ج۲ص۲۳۶)

۲۔ ڈاکٹر نسخہ لکھ کر مریض کو دیتے اور کسی مخصوص میڈیکل اسٹور کا پتہ بتاتے ہیں جہاں سے ڈاکٹر کو کمیشن ملتا ہے۔ یہ بھی ناجائز ہے کہ ڈاکٹر نے میڈیکل اسٹور یا دوا ساز کمپنی کے لئے کوئی عمل نہ کیا بلکہ صرف ایک خریدار کی رہنمائی کی جیسا کہ جواب نمبر ایک میں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ اگر لیب و میڈیکل اسٹور والا یا دوا ساز کمپنی غیر مسلمین زمانہ کی ہو تو ڈاکٹر کا ان کی رضا سے بلا غدر و بد عہدی ایسی رقم لینا جائز و مباح ہے۔ ہدایہ میں ہے: فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحاً اذالم یکن فیه غدر۔ (ہدایہ اخیرین باب الرباص ۷۰)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ:۔ اس گوشہ پر آئندہ سیمینار میں بحث کرلی جائے کہ اگر ڈاکٹر مریض کے ساتھ کسی کارندہ کو لیباریٹری بھیجے، یا کوئی کارڈ یا پرچہ لکھ کر مریض کو دے، یا لیب والا بغیر کسی معاہدہ و مطالبہ کے خود سے ڈاکٹر کو روپیہ دے تو یہ صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

(بقیہ صفحہ نمبر 35 سے ملحق)

ہے؟ کہا میں نے بنو امیہ کے خزانے میں یہ دو شعر پائے جو مجھے بہت اچھے لگے ہیں اور میں نے ان میں ایک اور شعر کا اضافہ کر دیا ہے:

إذَا سُدَّ بَابٌ عَنْكَ مِنْ دُوْنِ حَاجَةٍ فَدَعْهُ لِأُخْرىٰ يَنْفَتِحُ لَكَ بَابُهَا
فَإنَّ قِرَابَ الْبَطْنِ يَكْفِيْكَ مِلْؤُهُ وَيَكْفِيْكَ سَوْآتُ الْأُمُوْرِ اجْتِنَابُهَا
وَلَاتَكُ مُبْذَ الأَلِعِرْضِكَ وَاجْتَنِبْ رُكُوْبَ الْمَعَاصِيْ يَجْتَنِبْكَ عِقَالُهَا

۱۔ جب تیری حاجت روائی کا دروازہ تجھ پر بند ہو جائے تو رُک جا، کوئی اور تیری حاجت روائی کر دے گا۔

۲۔ پیٹ کا بندہ ہونا اس کے بھرنے کے لیے کافی ہے اور کام کی برائیوں سے بچنے کے لیے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

۳۔ اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے رکیک حرکتیں مت کر اور ارتکابِ معاصی سے پرہیز کر جس کی وجہ سے تو سزا سے محفوظ ہو جائے گا۔

علم انسان کو حرص اور گدایانہ ابرام سے محفوظ رکھتا ہے

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علما کے علم حاصل کر لینے کے بعد کونسی چیز ان کے دلوں سے علم کو نکال لیتی ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا لالچ، حرص اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا۔ کسی شخص نے حضرتِ فضیل رضی اللہ عنہ سے اس قول کی تشریح چاہی تو انہوں نے جواب دیا کہ انسان لالچ میں جب کسی چیز کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لیتا ہے تو اس کا دین رخصت ہو جاتا ہے۔ حرص یہ ہے کہ انسان کبھی اس چیز کی اور کبھی اس کی طلب میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے اور کبھی اس مقصد کے حصول کے لیے تیرا سابقہ مختلف لوگوں سے پڑے گا۔ جب وہ تیری ضرورتیں پوری کریں گے تو تیری ناک میں نکیل ڈال کر جہاں چاہیں گے لے جائیں گے، وہ تجھ سے اپنی عزت چاہیں گے اور تو رسوا ہو جائے گا اور اسی محبتِ دنیا کے باعث جب بھی تو ان کے سامنے سے گزرے گا تو انہیں سلام کرے گا اور جب وہ بیمار ہوں گے، تو عیادت کو جائے گا اور تیرے تمام افعال خدا کی رضا کے لیے نہیں ہوں گے، تیرے لیے بہت اچھا ہوتا، اگر تو ان لوگوں کا محتاج نہ ہوتا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی اور عالمی جامعات میں تحقیقی مقالات

سید وجاہت رسول قادری، محمد عبید الرحمٰن (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، پاکستان)

جامعات کی اعلیٰ سطحوں پر رضویات پر تحقیقی مقالات ایک نظر میں (حصہ اوّل)

نمبر	سطح	تکمیل شدہ	زیرِ تکمیل	میزان
۱	امام احمد رضا پر پوسٹ ڈاکٹریٹ / ڈی لٹ	۰	۱	۱
۲	امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی مقالات	۲۹	۱۸	۴۷
۳	امام احمد رضا پر ایم ایس / ایم فِل مقالات	۲۰	۷	۲۷
۴	متعلقاتِ رضا پر پوسٹ ڈاکٹریٹ	۱	۰	۱
۵	متعلقاتِ رضا پر پی ایچ ڈی مقالات	۱۴	۸	۲۲
۶	متعلقاتِ رضا پر ایم ایس / ایم فِل مقالات	۲	۱	۳
	میزان	۶۶	۳۵	۱۰۱

امام احمد رضا پر پوسٹ ڈاکٹریٹ / ڈی لِٹ

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱	ڈاکٹر محمد مکرم احمد	امام احمد رضا کی ادبی خدمات		جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی، انڈیا	۱۹۹۸ء	زیرِ تکمیل	

امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی مقالات

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱	حسن رضا خاں اعظمی	فقیہِ اسلام امام احمد رضا خاں	ڈاکٹر اطہر شیر	پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا		۱۹۷۹ء	اے
۲	اُشا سانیال	In the Path of the Prophet: Maulana Ahmad Riza Khan Barelwi and the Ahl-e-Sunnat wa Jama'at Movement in British India, c. 1870-1921	ڈاکٹر بل روف	کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک امریکا	۱۹۸۵	۱۹۹۰	اے
۳	سید جمیل الدین جمیل راٹھوی	اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی	ڈاکٹر ایم شفیع	ہری سنگھ گور یونیورسٹی، ساگر، انڈیا	۱۹۸۵	۱۹۹۲	
۴	محمد امام الدین جوہر شفیع	حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ	ڈاکٹر فاروق احمد	بہار یونیورسٹی، مظفر پور،	۱۹۸۶	۱۹۹۲	

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
	آبادی	نعت	صدیقی	انڈیا			
۵	طیب علی رضا انصاری	امام احمد رضا خاں، حیات و کارنامے	ڈاکٹر قمر جہاں	شعبہ اُردو، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا		۱۹۹۳	
۶	مجید اللہ قادری	کنز الایمان اور دیگر معروف اُردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۱۹۸۶	۱۹۹۳	اے
۷	عبد الباری صدیقی	امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (بزبان سندھی)	ڈاکٹر مدد علی قادری	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان		۱۹۹۳	اے
۸	عبد النعیم عزیزی	اُردو نعت گوئی کی تاریخ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا مقام و مرتبہ	زاہد حسین وسیم بریلوی	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا		۱۹۹۴	اے
۹	سراج احمد بستوی	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری	پروفیسر سید ابو الحسنات حقی	کانپور یونیورسٹی، انڈیا	۱۹۹۱	۱۹۹۵	اے
۱۰	محمد انور خاں	مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات	ڈاکٹر ایس ایم سعید	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان	۱۹۸۹	۱۹۹۸	
۱۱	امجد رضا امجد	امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں	ڈاکٹر طلحہ برق رضوی	ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، انڈیا	۱۹۹۵	۱۹۹۸	بے
۱۲	غلام مصطفیٰ نجم القادری	امام احمد رضا کا تصورِ عشق	ڈاکٹر جہاں آرا بیگم	شعبہ اُردو، میسور یونیورسٹی، انڈیا	۱۹۹۴	۲۰۰۲	اے
۱۳	رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی	روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خاں کا حصہ	ڈاکٹر محمد سیادت نقوی	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	۱۹۹۸	۲۰۰۳	
۱۴	غلام غوث قادری	امام احمد رضا کی انشاء پردازی	پروفیسر منظر حسین	رانچی یونیورسٹی، بہار، انڈیا	۲۰۰۱	۲۰۰۳	اے
۱۵	تنظیم الفردوس	اُردو کی نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا خان کی انفرادیت و اہمیت	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۱۹۹۲	۲۰۰۴	بے
۱۶	سید شاہد علی نورانی	الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً مع تدوین دیوانہ العربی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	۱۹۹۷	۲۰۰۴	بے
۱۷	غلام جابر شمس مصباحی	امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بی آر امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفرپور، انڈیا	۲۰۰۰	۲۰۰۴	
۱۸	ریاض احمد	امام احمد رضا کی ادبی و لسانی خدمات	پروفیسر ناز قادری	بی آر امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفرپور، انڈیا		۲۰۰۴	

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱۹	محمد اسحاق مدنی	برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاوٰی رضویہ کا حصہ	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۰۳	۲۰۰۶	
۲۰	منظور احمد سعیدی	مولانا احمد رضا خاں کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۱۹۹۷	۲۰۰۶	۲ے
۲۱	محمد اشفاق جلالی	الزلال الانقی من بحر سبقت الاتقی (للشیخ احمد رضا خاں)	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	۱۹۹۷	۲۰۰۶	۲ے
۲۲	اے پی عبد الحکیم	امام احمد رضا کی محدثانہ حیثیت	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	۲۰۰۲	۲۰۰۶	
۲۳	آدم رضا	امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں عشقِ رسول کا عنصر	ڈاکٹر غلام دستگیر	شیواجی یونیورسٹی، کولہ پور، مہاراشٹرا، انڈیا		۲۰۰۸	
۲۴	نور الدین محمد نوری	امام احمد رضا بریلوی: حیات اور ادبی خدمات	ڈاکٹر محمد ریاض احمد فردوسی	ٹی این بی کالج، بھاگلپور یونیورسٹی، انڈیا	۲۰۰۲	۲۰۰۸	
۲۵	حامدہ بی بی	اُردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خاں	پروفیسر حامد علی خاں	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	۲۰۰۲	۲۰۰۹	
۲۶	عبد العلیم رضوی	امام احمد رضا بہ حیثیت مفسرِ قرآن	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی مظفر پور، انڈیا	۲۰۰۶	۲۰۱۰	
۲۷	شبنم خاتون	مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات	ڈاکٹر ابو حاتم خان	بنارس ہندو یونیورسٹی، ورانسی، انڈیا	۲۰۰۵	۲۰۱۱	
۲۸	ظفر اقبال جلالی	آثار القرآن والسنۃ فی شعر الشیخ احمد رضا خان دراساته تحلیلیه فی شعر الاردی والعربی والفارسی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان	۲۰۰۵	۲۰۱۱	
۲۹	صادق الاسلام	مولانا احمد رضا کی تحریک: اسباب و اثرات	پروفیسر اختر الواسع	جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، انڈیا	۲۰۰۵	۲۰۱۱	
۳۰	شاہد اختر	امام احمد رضا کی اُردو شاعری		کلکتہ یونیورسٹی، انڈیا	۱۹۹۰	زیرِ تکمیل	
۳۱	سید محمد عارف علی رضوی	اُردو کے اصلاحی ادب میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا حصہ	ڈاکٹر نظام الدین	ممبئی یونیورسٹی، ممبئی، انڈیا	۱۹۹۳		
۳۲	سید رئیس احمد	امام احمد رضا اور عائلی قوانین	ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۱۹۹۵		

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۳۳	سعید احمد	امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات		کلبرگہ یونیورسٹی، کرناٹک، انڈیا	۱۹۹۷		
۳۴	مختار احمد بہیڑوی	امام احمد رضا کی اُردو نثر نگاری	زاہد حسین وسیم بریلوی	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	۱۹۹۹		
۳۵	محمد عارف جامی	جد الممتار علی رد المحتار کی تخریج و تحشی	ڈاکٹر مجید اللہ قادری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۰۰		
۳۶	شفیق اجمل	بیسویں صدی میں امام احمد رضا اور علمائے اہلسنّت کی ادبی و دینی خدمات	ڈاکٹر رفعت جمال	بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا	۲۰۰۳		
۳۷	اورنگزیب اعظمی	عربی زبان و ادب میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ		جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی، انڈیا	۲۰۰۴		
۳۸	بدیع العالم رضوی	ترجمہ "کنز الایمان" اور "بیان القرآن" کا تقابلی جائزہ	ڈاکٹر عبد الودود	اسلامک یونیورسٹی، کشٹیا، بنگلہ دیش	۲۰۰۴		
۳۹	محمد نظام الدین	اُردو نعت گوئی اور امام احمد رضا کی نعت نگاری		گاندھی کاشی ودیاپیٹھ یونیورسٹی، بنارس، انڈیا	۲۰۰۵		
۴۰	محمود عالم	فرہنگِ رضا	ڈاکٹر رفعت جمال	بنارس ہندو یونیورسٹی، ورانسی، انڈیا	۲۰۰۵		
۴۱	محمد مبشر	امام احمد رضا کی شاعری، ایک تقابلی جائزہ (بزبان عربی)	ڈاکٹر عبد المصور بھویان	آسام یونیورسٹی، آسام، انڈیا	۲۰۰۹		
۴۲	محمد مہربان باروی	تحقیق و تعریب و دراسة جزء من الفتاوی الرضویه	الدکتور محمد وھبی سلیمان، الدکتور نور احمد شاہتاز	اُم درمان یونیورسٹی، سوڈان	۲۰۱۱		
۴۳	فضلِ رب	امام احمد رضا کی اُردو لسانی خدمات	پروفیسر صاحب علی	ممبئی یونیورسٹی، ممبئی، انڈیا	۲۰۱۱		
۴۴	کنیز حسن شیخ	Contribution of Imam Ahmad Raza in Arabic Language and Literature	پروفیسر شفیع شیخ	ممبئی یونیورسٹی، ممبئی، انڈیا	۲۰۱۲		
۴۵	محمد اصغر	امام احمد رضا کے نثری شہ پارے	پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۱۲		
۴۶	محمد ناصر الدین	Imam Ahmad Raza and His Poetry (بزبان بنگلہ)	ڈاکٹر رئیس الدین	ڈھاکہ یونیورسٹی، بنگلہ دیش	۲۰۱۲		
۴۷	صبا نور	[مولانا احمد رضا خاں کے معاشی نظریات]		جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان	۲۰۱۲		

امام احمد رضا پر ایم ایس رایم فِل مقالات

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱	آربی مظہری	امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان		۱۹۸۱	
۲	سید غوث محی الدین اعظم پاشا	الشیخ احمد رضا خان حیاته و اعماله	ڈاکٹر غلام محمد	عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، انڈیا		۱۹۹۰	
۳	محمود حسین بریلوی	محمد احمد رضا کی عربی زبان وادب میں خدمات	ڈاکٹر عبد الباری ندوی	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا		۱۹۹۰	۲
۴	محمد اکرم	الامام احمد رضا خان البریلوی الحنفی و خدماته العلمیه والأدبیه	الدکتور ثریا دار	اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان		۱۹۹۵	
۵	مشتاق احمد شاہ	الامام احمد رضا خان وأثره فی الفقه الحنفی	الدکتور عبد الفتاح محمد النجار	جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر		۱۹۹۷	ا
٦	ممتاز احمد سدیدی	الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی، شاعراً عربیاً	الدکتور رزق مرسی، ابو العباس علی	جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر		۱۹۹۹	
۷	سید عتیق الرحمن شاہ	النثر الفنی عند الشیخ احمد رضا خان دراسته الفنیه و اسلوبیة	الدکتور عبد الکبیر محسن	انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان		۲۰۰۳	ا
۸	ظفر اقبال جلالی	اثر الثقافة العربیة فی المدائح النبویه الأردیه للشیخ احمد رضا خان	الدکتور عبد الکبیر محسن	انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان	۲۰۰۲	۲۰۰۳	
۹	سید جلال الدین	الشیخ احمد رضا خان القادری وجهوده فی مجال العقیده الاسلامیة فی شبه القارة الهندیة	الدکتور مصطفیٰ حلمی، الدکتور محمد السعید جمال الدین	قاہرہ یونیورسٹی، مصر	۲۰۰۲	۲۰۰٦	
۱۰	محمد مصطفی علی مصباحی	مساهمة الشیخ احمد رضا خان فی الادب العربی	ڈاکٹر احمد زبیر	نیو کالج، مدراس یونیورسٹی، انڈیا		۲۰۰٦	
۱۱	محمد عرفان محی الدین	دراسة عن الحواشی للعلامة احمد رضا خان علی امهات الکتب فی الحدیث الشریف	پروفیسر محمد مصطفےٰ شریف	عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، انڈیا		۲۰۰۹	
۱۲	محمد علی رضوی	The Quranic Hermeneutics of Imam Ahmad Raza Barelvi	ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ	یونیورسٹی آف لیڈز، انگلینڈ		۲۰۱۰	
۱۳	اقرار علی قریشی	مولانا احمد رضا خاں اور تیمم کے فقہی	ڈاکٹر محمد حسن امام	وفاقی اُردو یونیورسٹی،	۲۰۰۹	۲۰۱۰	

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
		مسائل، دورِ جدید کے تناظر میں		کراچی، پاکستان			
۱۴	عبد القوی	علم مختلف الحدیث اور اس کا فتاویٰ رضویہ میں اطلاق	ڈاکٹر محفوظ احمد	یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان	۲۰۰۸	۲۰۱۱	
۱۵	سید محمد سرفراز	امام احمد رضا کے تعلیمی افکار کا تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان	۲۰۰۸	۲۰۱۱	
۱۶	صبا نور	امام احمد رضا کے معاشی نظریاتِ اجارہ و مضاربت اور عصر حاضر میں ان کی افادیت	ڈاکٹر آغا سلیم اختر	یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان	۲۰۰۸	۲۰۱۱	۲
۱۷	قیصر ایوب	فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ ثنائیہ اور امداد الفتاویٰ کے مناہج کا تقابلی جائزہ	ڈاکٹر محفوظ احمد	جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان	۲۰۰۷	۲۰۱۲	
۱۸	عمر شہزاد	مولانا احمد رضا خاں کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ	ڈاکٹر شیر علی	جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان	۲۰۱۰	۲۰۱۲	
۱۹	سارہ شرافت	حدائقِ بخشش میں قرآنی تلمیحات	ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس	جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان	۲۰۱۰	۲۰۱۲	
۲۰	فیاض احمد شاہین	امام غزالی اور امام احمد رضا کے فلسفۂ علم کا تقابلی جائزہ	ڈاکٹر محمد اسحاق مدنی	شعبۂ تعلیم، ہمدرد یونیورسٹی، پاکستان	۲۰۱۰	۲۰۱۲	
۲۱	تاج محمد خاں	الشیخ احمد رضا خان وخدماته فی نشر العلم الاحادیث		جامعہ قاہرہ، مصر	۲۰۰۶	زیرِ تکمیل	
۲۲	عبد المصطفیٰ	فتاویٰ رضویہ میں فنِ حدیث کے اہم مباحث کا تحقیقی مطالعہ	میاں ریاض محمود	گفٹ یونیورسٹی، گجرانوالہ، پاکستان	۲۰۰۹		
۲۳	حامد علی علیمی	فتاویٰ رضویہ میں مذکور ۳۰ مجروح راوۃ صحیح بخاری، ایک تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر ناصر الدین خان	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۱۰		
۲۴	خواجہ فاروق احمد	احمد رضا خاں، رشید گنگوہی اور عبد الحی لکھنوی کے نظریاتِ کرنسی کا تقابلی جائزہ	ڈاکٹر شکیل اوج	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۱۰		
۲۵	طاہرہ سلطانہ	امام احمد رضا کی فارسی شاعری (بزبان فارسی)	ڈاکٹر محمد صابر	اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	۲۰۱۰		
۲۶	اعجاز احمد خان	خصوصی افراد اور امام احمد رضا	ڈاکٹر شکیل اوج	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۱۰		
۲۷	محمد حسن	عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خاں کا کردار		منہاج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	۲۰۱۰		

متعلقاتِ رضا پر پوسٹ ڈاکٹریٹ

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱	مجیب احمد	Occidentalism in Modern South Asia: a case study of Fatawa Literature		سینٹر فار انٹرنیشنل اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، پیرس، فرانس	۲۰۱۱	۲۰۱۲	

متعلقاتِ رضا پر پی ایچ ڈی مقالات

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱	غلام یحییٰ مصباحی	علمائے اہل سنت کی ادبی خدمات	ڈاکٹر حنیف نقوی	شعبہ اُردو، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا		۱۹۹۳	۱ؔ
۲	محمد حسن	مولانا نقی علی خاں کی حیات و کارنامے	زاہد حسین وسیم بریلوی	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	۱۹۹۴	۲۰۰۰	۱ؔ
۳	محمد حسن امام	تحریکِ پاکستان میں خلفاء امام احمد رضا خاں کا کردار	ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۱۹۹۸	۲۰۰۵	۲ؔ
۴	شکیل احمد مصباحی	اُردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ	پروفیسر محمد شکیل خاں	پنجاب یونیورسٹی، چندی گڑھ، انڈیا	۲۰۰۱	۲۰۰۵	
۵	محمد ذیشان	علامہ بدر القادری، حیات اور شاعری	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا		۲۰۰۵	
۶	اعجاز انجم لطیفی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی حیات و نثری خدمات	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا		۲۰۰۷	۱ؔ
۷	راحت جہاں	مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی کی دینی و سیاسی خدمات	ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان		۲۰۰۸	۲ؔ
۸	محمد ذاکر حسین رضوی	علامہ ارشد القادری: حیات و خدمات		مگدھ یونیورسٹی، بہار انڈیا		۲۰۰۸	
۹	آمنہ بیگم	علمِ فقہ کے فروغ میں مولانا ابو البرکات سید احمد قادری کی خدمات	ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۰۶	۲۰۰۹	۲ؔ
۱۰	ایلکس پھلیپون	La Politique Du Pir. Du soufisme Au Soufislamisme: Recomposition, Modernisation Et Mobilisation Des [Confreries] Au Pakistan		انسٹیٹیوٹ آف پولیٹکل سائنس، فرانس		۲۰۰۹	
۱۱	شکیل احمد	سید سلیمان اشرف، حیات و خدمات	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا		۲۰۱۰	

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱۲	مجیب احمد	Barelwis and their Religio-Political Parties in Pakistan, 1947-1971	ڈاکٹر رضیہ سلطانہ	قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان	۲۰۰۰	۲۰۱۰	
۱۳	محمد حسین مشاہد رضوی	مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر شرف النہار	بی ایس اے مراٹھواڑا یونیورسٹی، اورنگ آباد، انڈیا	۲۰۰۸	۲۰۱۱	۲
۱۴	اکبر علی	ملک العلماء [مولانا ظفر الدین قادری رضوی]: حیات اور علمی وادبی خدمات	ڈاکٹر عبد الحمید اکبر	گلبرگہ یونیورسٹی، کرناٹکہ، انڈیا		۲۰۱۱	
۱۵	رضوانہ سحر	علامہ وصی احمد محدث سورتی کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر جلال الدین نوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۰۰	زیرِ تکمیل	
۱۶	شذرہ سکندری	اُنیسویں صدی کے علمائے اہل سنت کی اُردو خدمات	ڈاکٹر تنظیم الفردوس	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۰۶		
۱۷	نغمہ اختر	مولانا امجد علی اعظمی کی علمی، دینی، فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر جلال الدین نوری	یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان	۲۰۰۶		
۱۸	عارف علی خان	نثر اُردو اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں بریلوی	ڈاکٹر صابر سنبھلی	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	۲۰۰۷		
۱۹	محمد پرویز اختر پرواز	اُردو کی نعتیہ شاعری اور خانوادۂ رضا کے نعت گو شعراء	پروفیسر سیدہ وارثی	پٹنہ یونیورسٹی، بہار	۲۰۰۸		
۲۰	چاند نظامی	علامہ ارشد القادری: حیات وخدمات		رانچی یونیورسٹی، ہزاری باغ، جھاڑکھنڈ، انڈیا	۲۰۰۸		
۲۱	حامد رضا	دبستانِ داغ دہلوی کے ایک شاعر حسن رضا بریلوی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر عبد الحمید اکبر	گلبرگہ یونیورسٹی، کرناٹکہ، انڈیا	۲۰۱۱		
۲۲	عبد الحمید ذوالقرنین	شمس بریلوی، فن و شخصیت	پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس	جامعہ کراچی، پاکستان	۲۰۱۲		

متعلقاتِ رضا پر ایم ایس / ایم فل مقالات

نمبر	اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	منظوری	تفصیل
۱	مجیب احمد	Jamiyyat al-Ulama-i-Pakistan: 1948-1979	ڈاکٹر ایم رفیق افضل	قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان	۱۹۸۹	۱۹۹۱	۱
۲	گلشن آراء	مولانا حسن بریلوی کی ادبی خدمات	پروفیسر نصیر احمد خاں	اسکول آف لینگویجز، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، انڈیا	۲۰۰۱	۲۰۰۳	۲

۳	مختیار احمد	علماء ومشائخ مارہرہ کی تصنیفی خدمات		ہزارہ یونیورسٹی، ہزارہ، پاکستان	۲۰۱۲		

اظہارِ تشکر: مرتبین ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، پروفیسر دلاور خاں، ڈاکٹر حسن امام، ڈاکٹر مجیب احمد، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر غلام جابر شمس، ڈاکٹر امجد رضا، شفیق اجمل، محمد پرویز اختر، محمد عرفان محی الدین، محمود عالم اور صبا نور کے ممنون ہیں جن کی فراہم کردہ معلومات نے اس فہرست کی ترتیب اور تصحیح اور بعد ازاں اضافات میں مدد دی۔

حواشی و تفصیل

۱۔ یہ مقالات (یا ان کا خلاصہ) کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور اکثر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۔ ان مقالات کی کاپی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ادارہ لائبریری کے لئے دیگر محققین کے مقالات کا منتظر ہے۔

نوٹ: ایم اے کے مونوگراف بے شمار ہیں اور برصغیر پاک و ہند کی تمام ہی جامعات میں لکھے گئے ہیں اور جا رہے ہیں، ان کی تعداد ڈاکٹریٹ اور ایم فل کی تعداد سے کہیں زیادہ شاید سینکڑوں میں ہو۔ دینی مدارس کے سال ہشتم میں تنظیم المدارس پاکستان کے نصاب میں مقالہ نگاری کے حوالے سے ۱۰۰ نمبروں کا ایک پرچہ ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو مدارس کے طلبا و طالبات ہر سال مقالہ لکھ رہے ہیں۔ تنظیم المدارس کو چاہئے کہ ہر سال ان کے منتخب مقالہ جات کو کتابی صورت میں شائع کرے۔ (وجاہت) ایک ابتدائی فہرس اس سلسلے میں ترتیب دی گئی ہے جو ماہنامہ معارفِ رضا کے شمارہ جون میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی کاوشوں کی بدولت عالمی جامعات میں ایک بڑی تعداد میں اسکالرز امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تحقیقی کام میں مشغول ہوئے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا صبح قیامت جاری رہے گا۔ فالحمد للہ علی احسانہٖ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلی الہٖ واصحابہ وعلماء ملّتہ اجمعین وبارك وسلّم۔

عالمی جامعات کے اساتذہ اور وہ اسکالرز جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یا دیگر علما و مشائخ اہلِ سنت پر ایم فِل/پی ایچ ڈی کرنے کے خواہشمند ہیں وہ رہنمائی، موضوعات کے انتخاب، خاکہ اور مواد و مآخذ کے لئے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے رجوع کر سکتے ہیں: ۲۵ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی، پاکستان۔ فون: ۰۲۱-۳۲۷۲۵۱۵۰ موبائل ۰۳۰۲-۲۶۲۶۲۴۲ فیکس: ۰۲۱-۳۲۷۳۲۳۶۹ ای میل imamahmadraza@gmail.com

ویب سائٹ www.imamahmadraza.net فیس بک پیج www.facebook.com/ imamahmadraza
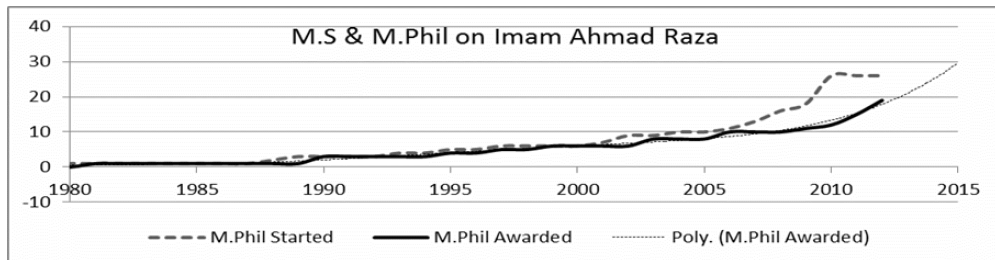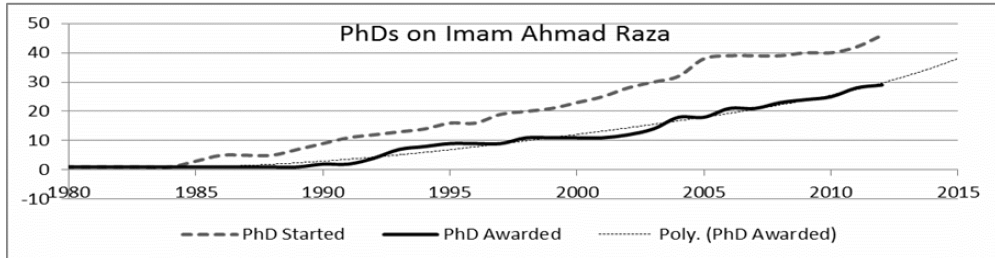
دُور و نزدیک سے

خطوط، ای میل، پیغامات، خبریں اور کُتبِ نو

محمد اصغر (پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، جامعہ کراچی)

واجب الاحترام پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امید ہے مزاج بخیر وعافیت ہوں گے۔

الحمد للہ خاکۂ تحقیق برائے پی ایچ۔ ڈی بعنوان ''مولانا احمد رضا خان کی نثر نگاری، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ مکمل کرلیا ہے۔ میرے لیے باعثِ خوش قسمتی اور اعزاز ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے رضویات کے حوالے سے توفیق مرحمت فرمائی ہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں مواد وافر مقدار میں موجود ہے۔ میرے موضوع سے متعلق بہت سا مواد کتب اور رسائل کی صورت میں میسر تھا جسے آپ کی کرم نوازی سے ادارے نے مفت عطا فرمایا۔ میں تکمیلِ مقالہ کے سلسلے میں آپ کی شفقت و معاونت کا طلب گار رہوں گا۔

آخر میں میں تہہِ دل سے آپ کا اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا ممنون ہوں کہ مواد کی تلاش کا مرحلہ آسان بنادیا۔ ادارے سے منسلک تمام احبابِ کرام کے لیے دعا اور نیک خواہشات۔

محمد عبدالرشید نورانی (میر پور آزاد کشمیر)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

انتہائی محترم قبلہ پروفیسر دلاور خاں صاحب، نائب مدیر، ماہنامہ معارفِ رضا، کراچی۔

بعد از سلام عرض ہے کہ معارف رضا شمارہ اکتوبر ۲۰۱۲ء میں ص ۵۶ میں بعض رسائل کا ذکر ہے۔ مطلوبہ رسائل کے ایڈریس درکار ہیں۔ برائے مہربانی ارسال فرمادیں۔ راقم شکر گزار ہو گا۔ امید ہے کہ مایوس نہیں کریں گے۔

(۱) الملنگیہ، اوکاڑہ، (۲) ماہنامہ آستانہ، کراچی، (۳) ماہنامہ المقصود، کراچی۔ (۴) پیغامِ اہلسنت، فیصل آباد، (۵) عقیدت، حیدرآباد، (۶) کاروانِ قمر، کراچی، (۷) دوماہی کلمۂ حق، پاکستان، (۸) آہنگ، کراچی۔ بڑی امید کے ساتھ۔

دیگر احبابِ اہلِ سنّت کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

سیّد شہزادو شاہ (شکار پور، پاکستان)

عالی مرتبت عزت مآب لائقِ صد احترام محترم صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ اور جماعت پر خدا کی سلامتی۔ قبلہ سرکار! ۲۰۱۰ء کے سیلاب میں ہمارے اسکول کی لائبریری تباہ وبرباد ہو گئی تھی۔ اب ایک ہفتہ پہلے بارش میں پھر اسکول کی لائبریری تباہ ہو گئی۔ اگر فی سبیل اللہ آپ چند نسخے قرآن شریف اور اپنے ادارے کی چند کتب ہمارے اسکول کو صدقہ دیں تو یہ صدقہ جاریہ ہے۔ استاد اور شاگرد آپ کو دعائیں دیں گے۔

ماہنامہ معارفِ رضا کے گزشتہ شماروں کی دستیابی

گزشتہ ۱۲ سالوں میں شائع ہونے والے ماہنامہ معارف رضا کے انفرادی شمارے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے دستیاب ہیں۔ ہدیہ مع عام ڈاک خرچ ۳۰ روپے فی شمارہ منی آرڈر کریں۔ دستیاب شماروں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۲۰۰۰ء شمارہ جنوری، فروری، مارچ، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۰۱ء شمارہ جنوری، اپریل، جون، اکتوبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۰۲ء شمارہ جنوری، جون اور دسمبر

۲۰۰۳ء شمارہ نومبر اور دسمبر

۲۰۰۴ء شمارہ فروری، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۰۵ء جنوری، فروری، (مارچ، اپریل، مئی مشمولہ سالنامہ)، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۰۶ء جون، جولائی، اگست اور ستمبر

۲۰۰۷ء شمارہ مئی، اگست اور دسمبر؛ ۲۰۰۸ء شمارہ جون

۲۰۰۹ء شمارہ جولائی، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۱۰ء شمارہ مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۱۱ء شمارہ فروری، مارچ ،اپریل، جون، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر۔(ان ماہانہ شماروں کے علاوہ سالنامہ ۲۰۱۱ء ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے معیار کے مطابق علیحدہ شایع ہوا ہے)
۲۰۱۲ء جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی اور اگست

ماہنامہ معارف رضا سال ۲۰۱۱ء کی مکمل فائل

سال ۲۰۱۱ء کے تمام ۱۲ شماروں پر مشتمل فائل محدود تعداد میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا سے دستیاب ہیں۔ ہدیہ غیر مجلد ۵۰۰ روپے، مجلد ۶۰۰ روپے مع رجسٹرڈ ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔

www.imamahmadraza.net

گزشتہ ماہ پاکستان، انڈیا، امریکا، سعودی عرب، انگلینڈ، متحدہ عرب امارات، بنگلہ دیش، جرمنی، عمان، قطر، آسٹریلیا، کینیڈا، چین، ماریشس، نائجیریا، ہالینڈ، ایران، کویت، سری لنکا، ناروے، سرینام، بحرین، فرانس، انڈونیشیا، اٹلی، لیگزمبرگ، ملائیشیا، نیپال، یوگینڈا اور جنوبی افریقہ، وغیرہ ممالک کے ۱۲۹ سے زائد شہروں سے ایک بڑی تعداد میں قارئین نے ادارے کی سائٹ www.imamahmadraza.net ملاحظہ کی۔

دعوت برائے مقالہ نگاری

سالنامہ معارف رضا ۲۰۱۲ء (اُردو) میں اشاعت کے لیے مقالات ۳۰؍ نومبر ۲۰۱۲ء تک ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے دفتر میں بذریعہ ڈاک یا کوریئر جمع کرائے جاسکتے ہیں۔ مقالات بذریعہ ای میل imamahmadraza@gmail.com پر بھی بھیج سکتے ہیں۔ مقالہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے معیار کے مطابق ہو۔ مقالہ نگاروں کے لیے ہدایات معارف رضا کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

دعوت برائے رضا ہائر ایجوکیشن پروجیکٹ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا یونیورسٹی، کالجز اور مدارس کے اساتذہ، اسکالرز اور طلبا و طالبات کو امام احمد رضا اور متعلقاتِ رضا کے مختلف عنوانات پر تحقیق کی دعوت دیتا ہے۔ موضوع کے انتخاب سے مقالے کی تکمیل تک ادارے کی طرف سے راہ نمائی اور مواد کی نشاندہی کی سہولت موجود ہے۔ خواہش مند افراد ادارۂ تحقیقات کے دفتر سے بذریعہ فون، ای میل یا ویب سائٹ رابطہ کریں۔

رضویات کے حوالے سے جرائد ورسائل میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات

(۱) محمد ثاقب رضا قادری: ''مولانا حسن رضا بریلوی کی تصنیفی خدمات''، ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۴۵ تا ۵۹؛ ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، جون۔ جولائی، ص ۵۴ تا ۶۴۔
(۲) علامہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی: ''مسلکِ رضا اہلِ سنت کا امتیازی نشان ہے''، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، جون۔ جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۳ تا ۹۔
(۳) مولانا ظفر الدین رضوی: ''اعلیٰ حضرت مدینۂ منوّرہ میں حاضر ہوتے ہیں''، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، جون۔ جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۱۰ تا ۲۳۔
(۴) مولانا محمد توفیق احمد نعیمی (بریلی): ''علمی دنیا میں فاضل بریلوی کا مقام''، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، جون۔ جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۲۴ تا ۳۵۔
(۵) ڈاکٹر مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری: ''عصرِ حاضر میں فکرِ رضا کی معنویت و اہمیت''، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، جون۔ جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۳۶ تا ۴۷۔
(۶) علامہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی: ''قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کی مجالس کی باتیں بروایت پیر محمد عارف مدنی:'' ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، ص ۴۸ تا ۵۳۔
(۷) علامہ پیر محمد چشتی: ''مدارج العرفان فی مناھج کنز الایمان''، قسط نمبر ۴۴، ماہنامہ آوازِ حق، پشاور، اگست ۲۰۱۲ء، ص ۲۰ تا ۳۸۔
(۸) غلام مصطفیٰ بی۔اے: ''اعلیٰ حضرت اور تجدیدِ دین''، ماہنامہ اہلِ سنّت، گجرات، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۳۲ تا ۳۹۔
(۹) طارق انور مصباحی: ''حسام الحرمین پر علمائے اہلِ سنّت کی تصدیقات''، ماہنامہ کنز الایمان، دہلی، ستمبر ۲۰۱۲ء، ص ۴۳ تا ۴۷۔
(۱۰) پروفیسر سید شاہ فرید الحق: ''مولانا ضیاء الدین مدنی سے ایک اہم ملاقات''، ماہنامہ جامِ نور، دہلی، جون ۲۰۱۲ء، ص ۵۶ تا ۶۱۔
(۱۱) سیّد محمد اشرف مارہروی: ''سلالۂ خانوادۂ برکات نور العارفین سید شاہ ابو الحسین احمد نوری''، ماہنامہ جامِ نور، دہلی، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۱۷ تا ۲۵۔
(۱۲) محمد نعیم اللہ خاں قادری رضوی: ''صدر الشریعہ ایک جامع الصفات شخصیت''، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ستمبر ۲۰۱۲ء، ص ۲۲ تا ۲۳۔
(۱۳) مولانا رشید احمد مرتضائی: ''حضرت محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی بحیثیت فقیہ''، ماہنامہ آستانہ، کراچی، جون تا اگست، ص ۴۱ تا ۴۵۔
(۱۴) خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری: ''فضائل الشعبان مع مبارک راتوں میں روشنی مساجد و مجالس کے متعلق ضروری

فتویٰ"، دوماہی کلمۂ حق پاکستان، ستمبر تا اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص۹ تا ۲۸۔

(۱۵) میثم عباس قادری رضوی: "مولانا الیاس گھمن دیوبندی کے دجل و فریب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (اعلیٰ حضرت پر چند اعتراضات کے جوابات)" دوماہی کلمۂ حق پاکستان، ستمبر تا اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص ۵۰ تا ۷۱۔

(۱۶) مفتی محمد شمشاد حسین رضوی: "اعلیٰ حضرت بحیثیت مجددِ قادریت (پہلی قسط)"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، ستمبر / اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص۱۸ تا ۲۶۔

(۱۷) مفتی محمد سلیم بریلوی: "امام احمد رضا کا سفرِ حج اور عالم عربی پر اس کے مثبت اثرات"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، ستمبر / اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص ۳۲ تا ۳۷۔

(۱۸) مفتی عبد الغفار ثاقب: "ترجمۂ اعلیٰ حضرت کی انفرادیت"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، ستمبر / اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص ۵۱ تا ۵۴۔

(۱۹) مفتی محمد شمشاد حسین رضوی: "معارف القرآن۔ تعارف اور اُسلوب"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اگست ۲۰۱۲ء، ص۱۸ تا ۳۰۔

(۲۰) مفتی محمد سلیم بریلوی: "فنِ جرح و تعدیل میں امام احمد رضا کی فنی مہارت (آخری قسط)"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اگست ۲۰۱۲ء، ص ۳۳ تا ۳۹۔

(۲۱) مفتی عبد الغفار ثاقب: "فلسفۂ معراج اور کلامِ اعلیٰ حضرت"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اگست ۲۰۱۲ء، ص ۴۶ تا ۴۹۔

(۲۲) مفتی محمد سلیم بریلوی: "قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اُٹھا"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اگست ۲۰۱۲ء، ص ۵۳ تا ۵۶۔

(۲۳) مفتی محمد سلیم بریلوی: "وہ چمکتا دمکتا رضا کا قمر"، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اگست ۲۰۱۲ء، ص ۵۷ تا ۶۰۔

لائبریری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں موصول ہونے والے جرائد

اہلِ سنّت کی آواز (خصوصی شمارہ: اسلام میں نظامِ اخلاق) خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، انڈیا، اکتوبر ۲۰۰۲ء؛ اہلِ سنّت کی آواز (خصوصی شمارہ: قصیدہ نور کا) خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، انڈیا، اکتوبر ۲۰۰۳ء؛ اہلِ سنّت کی آواز (خصوصی شمارہ: اسلام کا نظریۂ توحید) خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، انڈیا، اکتوبر ۲۰۰۴ء؛ المظہر، کراچی، ستمبر ۲۰۱۲ء؛ السّعید، ملتان، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ اُفق، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ اہلِ سنّت، گجرات، پاکستان، نومبر ۲۰۱۲ء؛ النظامیہ، لاہور، جولائی / اگست ۲۰۱۲ء، نیز ستمبر ۲۰۱۲ء، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ سہ ماہی آگہی، سکھر، ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ تا صفر ۱۴۳۴ھ؛ الہام، بہاولپور، نومبر ۲۰۱۲ء؛ الاشرف، کراچی، ستمبر ۲۰۱۲ء نیز اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ آوازِ حق، پشاور، ستمبر ۲۰۱۲ء نیز اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ المِلّنگیہ، اوکاڑہ، اکتوبر ۲۰۱۲ء نیز نومبر ۲۰۱۲ء؛ پیغامِ اہلِ سنّت، فیصل آباد، ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ؛ جہانِ رضا، لاہور (علامہ بشیر حسین ناظم کی یادوں کا خصوصی شمارہ)، اگست / ستمبر ۲۰۱۲ء؛ خبر نامہ ہمدرد، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ رشد الایمان، سمندری، فیصل آباد، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ زاویۂ نگاہ، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۲ء نیز نومبر ۲۰۱۲ء؛ شیخ الحدیث، چکوال، ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ؛ سہ ماہی صراط الھدیٰ، کراچی، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء؛ ضیائے حرم، اسلام آباد، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ عقیدت، حیدرآباد، اگست ۲۰۱۲ء؛ عرفات، لاہور، ستمبر / اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ فیضِ عالم، بہاولپور، اکتوبر ۲۰۱۲ء نیز نومبر ۲۰۱۲ء؛ کاروانِ قمر، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۲ء؛ مصطفائی نیوز، کراچی ستمبر ۲۰۱۲ء؛ مصلح الدین، کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ نیز ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ؛ مہرِ منیر، اسلام آباد (تاجدارِ ختمِ نبوّت نمبر) ستمبر ۲۰۱۲ء؛ نور الحبیب، بصیر پور، اوکاڑہ، نومبر ۲۰۱۲ء؛ The Minaret, Karachi, October 2012۔

لائبریری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں موصول ہونے والی کتبِ نو

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف / مرتب / مترجم	صفحات	ناشر
۱	خاموش شہزادہ	مولانا محمد الیاس عطاری قادری رضوی	۴۸	مکتبۃ المدینہ، کراچی
۲	قومِ لُوط کی تباہ کاریاں	مولانا محمد الیاس عطاری قادری رضوی	۴۴	مکتبۃ المدینہ، کراچی
۳	اَلرِّحلَۃُ فِیْ طَلَبِ الْحَدِیْث ترجمہ بنام عاشقانِ حدیث کی حکایت	امام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی	۱۰۵	مکتبۃ المدینہ، کراچی
۴	کُشْفُ النُّوْرِ عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ ترجمہ بنام فیضانِ مزاراتِ اولیا	علامہ امام عبد الغنی نابلسی دمشقی حنفی المعروف خطیب بغدادی	۱۳۸	مکتبۃ المدینہ، کراچی
۵	الصوارم الہندیہ (مع) التحقیقات لدفع التلبیسات	مولانا حشمت علی خاں قادری رضوی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی	۱۵۲	النوریہ الرضویہ پبلیشنگ کمپنی، لاہور